ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
48
www.tanzeem.org
30 ربیع الاوّل تا 6 ربیع الثانی 1439ھ / 19 تا 25 دسمبر 2017ء

آزمائش تربیت کا ذریعہ ہے

اسلام میں آزمائش تعمیر و تشکیل کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ نظری تربیت کی کوئی قیمت نہیں رہتی اگر اس میں شدت اور آزمائش کے عوامل شریک نہ ہوں۔ نفسِ انسانی سلامتی کو پسند کرتا ہے اور خطرات سے دور بھاگتا ہے اور اس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ مشکلات و مصائب سے کھیلے، تاکہ اس کے اندر قوتِ مدافعت پیدا ہو اور مصائبِ روزگار کے مقابلہ میں جمنا سیکھے۔ خود ایمان کی حقیقت تک پہنچنے اور اس کی رُوح حاصل کرنے کے لیے آزمائش درکار ہے کہ مضبوط و مستحکم ایمان وہی ہے جو تنگی و شدت کے وقت ثابت قدم رہے، لیکن جو ایمان کمزور اور بیمار ہوتا ہے اسے آزمائشیں بہت جلد ہٹا دیتی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ) ''لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر، مگر جب وہ اللہ کے معاملے میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی ڈالی ہوئی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا۔ اب اگر تیرے رب کی طرف سے فتح و نصرت آ گئی تو یہی شخص کہے گا کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ کیا دنیا والوں کے دل کا حال اللہ کو بخوبی معلوم نہیں ہے؟ اور اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہی ہے کہ ایمان لانے والے کون ہیں اور منافق کون؟'' (العنکبوت: 10،11)

اس لیے کہ ہر دعویٰ کے لیے دلیل مطلوب ہوتی ہے۔ ایمان ایک دعویٰ ہے جو دلیل کا محتاج ہے اور تنگی میں ثابت قدم رہنا اس ایمان کا مظہر اور اس کی موجودگی اور رسوخ کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(ترجمہ) ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو اِن سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟'' (العنکبوت: 2،3)

استاد فتحی یکن

اس شمارے میں

گریٹر اسرائیل اور پاکستان

اسلامی معاشرے میں اخوت باہمی کے تقاضے

مطالعۂ کلام اقبال (50)

اسلامی ممالک کا مشترکہ فوجی اتحاد اور زمینی حقائق

جہاں سے گرا تھا میں......!

نبی اکرم ﷺ بحیثیت مدبر اور ماہر سیاست

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

نزولِ قرآن کا مقصد

الھدیٰ (783)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ طٰہٰ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 1 تا 6

طٰہٰ ۚ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ۙ﴿۲﴾ اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ۙ﴿۳﴾ تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ؕ﴿۴﴾ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ﴿۵﴾ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا وَ مَا تَحۡتَ الثَّرٰی ﴿۶﴾

آیت ۱ ﴿طٰہٰ ﴿۱﴾﴾ ''طٰہٰ!''

آیت ۲ ﴿مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ﴿۲﴾﴾ ''ہم نے آپؐ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپؐ مشقت میں پڑیں۔''

آپؐ کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچا دینے کی حد تک ہے۔ اب اگر یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے تو آپؐ ان کے پیچھے خود کو ہلکان نہ کریں۔ یہی مضمون اس سے پہلے سورۃ الکہف میں اس طرح آ چکا ہے: ﴿فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ﴿۶﴾﴾ ''تو (اے نبی ﷺ!) آپ شاید اپنے آپ کو غم سے ہلاک کر لیں گے ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائے اس بات (قرآن) پر''۔ سورۃ الشعراء میں بھی فرمایا گیا: ﴿لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾﴾ ''شاید کہ آپؐ ہلاک کر ڈالیں اپنے آپ کو (اس وجہ سے) کہ وہ ایمان نہیں لا رہے''۔

یہ آیت حضور ﷺ کے لیے گویا ایک بہت بڑی خوشخبری ہے کہ اے نبیؐ یہ قرآن قولِ فصل بن کر نازل ہوا ہے' لہٰذا آپؐ کے اس مشن میں ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عنقریب کامیابی آپؐ کے قدم چومے گی۔

آیت ۳ ﴿اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ﴿۳﴾﴾ ''یہ تو صرف یاددہانی ہے اُس کے لیے جو ڈرتا ہے۔''

یعنی جن کے دلوں میں کچھ خوفِ خدا ہے اُن کے لیے یہ نصیحت ہے۔

آیت ۴ ﴿تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ﴿۴﴾﴾ ''اس کی تنزیل اُس ہستی کی طرف سے ہے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو۔''

آیت ۵ ﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ﴿۵﴾﴾ ''(یعنی) رحمٰن! جو عرش پر متمکن ہے۔''

آیت ۶ ﴿لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا وَ مَا تَحۡتَ الثَّرٰی ﴿۶﴾﴾ ''اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے' جو کچھ زمین میں ہے' جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اور جو کچھ زمین کے سب سے نچلے طبقے کے نیچے ہے۔''

فرمان نبوی

اللہ اور لوگ تم سے محبت کریں گے!

عَنْ سَھْلِ ابْنِ السَّاعِدِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ: دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا اَنَا عَمِلْتُہٗ اَحَبَّنِیَ اللّٰہُ وَاَحَبَّنِیَ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((اِزْھَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبَّکَ اللّٰہُ وَازْھَدْ فِیْمَا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ یُحِبُّوْکَ)) (ابن ماجہ)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے (بارگاہ رسالت میں) حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو کوئی ایسا عمل بتا دیجیے کہ میں جب اس کو اختیار کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت رکھے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''دنیا سے زہد اختیار کرو (یعنی دنیا کی محبت میں گرفتار نہ ہو) اللہ تعالیٰ تم سے محبت رکھے گا اور اس چیز کی طرف رغبت نہ کرو جو لوگوں کے پاس ہے (یعنی جاہ و دولت) لوگ تم سے محبت کریں گے۔''

تشریح: کسی دنیوی چیز کی طرف زاید از ضرورت خواہش و میلان نہ رکھنے کو ''زہد'' کہتے ہیں اور حقیقی زہد یہ ہے کہ دنیا کی لذات میسر ہونے کے باوجود ان سے بے رغبتی اختیار کی جائے تو اللہ کی محبت حاصل ہو جائے گی۔ لوگوں سے کسی قسم کی جاہ و دولت کی توقع نہ رکھے تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
30 ربیع الاوّل تا 6 ربیع الثانی 1439ھ جلد 26
19 تا 25 دسمبر 2017ء شمارہ 48
مدیر مسئول حافظ عاکف سعید
مدیر ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گریٹر اسرائیل اور پاکستان

اہل پاکستان اگر یہ سمجھتے ہیں کہ امریکی صدر ٹرمپ نے اپنا سفارت خانہ تل ابیب سے یروشلم منتقل کرنے کا اعلان کر کے صرف اہل عرب کے خلاف طبل جنگ بجایا ہے تو وہ بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اور یہ کہ گریٹر اسرائیل کے قیام کا تنازعہ عربوں اور اسرائیل تک محدود رہے گا تو یہ ہماری عالمی حالات سے اور مسئلہ کے تاریخی پس منظر سے لاعلمی یا سطحی سوچ کا نتیجہ ہے۔ پاکستان یقیناً جغرافیائی لحاظ سے عرب سے دور ہے اور یہ بھی درست ہے کہ عربوں سے پاکستان کا تعلق اگر دین کی بنیاد پر ہے تو ملائیشیا، انڈونیشیا اور بنگلہ دیش وغیرہ بھی تو مسلمانوں کے ملک ہیں، براعظم افریقہ میں بھی کئی مسلمان ممالک ہیں۔ ایسی صورت میں صرف پاکستان کو ہی اسرائیل کے لیے خطرہ کیوں قرار دیا جاتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اس وقت اسرائیل کا اصل ٹارگٹ ہے۔ اس حوالے سے اپنے دلائل قارئین کی نذر کرنے سے پہلے ہم اسرائیلی وزیراعظم بن گوریان کی پیرس میں اُس تقریر کا حوالہ دیں گے جو انہوں نے 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں فتح کا جشن مناتے ہوئے کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ عرب نہ کبھی ہمارے مقابلہ کے تھے نہ آئندہ کبھی ہو سکیں گے۔ ہمارا اصل مقابلہ پاکستان سے ہے، ہمیں اُس کی تیاری کرنا ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ اسرائیلی وزیراعظم کو تمام اسلامی ممالک میں سے صرف پاکستان کیوں یاد آیا اور اپنے لوگوں کو پاکستان سے مقابلہ کے لیے تیار ہونے کا کیوں کہا؟ جبکہ پاکستان 1967ء میں ابھی ایٹمی صلاحیت کا حامل بھی نہ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسرائیلی وزیراعظم پاکستان کی فوج کی صلاحیت اور اہلیت سے اچھی طرح واقف تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جو مذہب کے نام سے وجود میں آیا تھا، گویا پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ اسرائیل بھی نظریاتی ملک ہونے کا دعویدار ہے، اگرچہ نظریاتی لحاظ سے پاکستان کا وجود کاغذوں میں ہے، جن میں آئین پاکستان بھی شامل ہے۔ لیکن عملی طور پر اس نظریہ کی بنیاد پر ایک اسلامی پاکستان ابھی تک معرض وجود میں نہیں آیا۔ بہرحال نظریہ موجود ہے جو کسی وقت بھی عملاً کارفرما ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ہدف ہے، ایک منزل ہے جسے کسی وقت بھی پایا جا سکتا ہے۔ اور کچھ اللہ کے بندے چاہے وہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں، اس کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دین کے ساتھ جذباتی تعلق اہل پاکستان کو وراثت میں ملا ہے۔ تاریخ پر نگاہ دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ خلافت کی قبا تو ترکِ ناداں چاک کرتا ہے لیکن تحریک خلافت کے نام سے ایک عظیم تحریک برصغیر ہندوستان کے مسلمان چلاتے ہیں اور اس زوردار انداز سے چلاتے ہیں کہ مسلمانوں کا دشمن مہاتما گاندھی ہندوستان میں رہتے ہوئے اُس میں شرکت کو اپنی سیاسی ضرورت سمجھتا ہے۔ اسلام سے اہل پاکستان کا یہ جذباتی تعلق ہمارے دشمنوں کے علم میں ہے۔ حال ہی میں ختم نبوت کے قانون میں ترمیم کی کوشش پر پاکستانی مسلمانوں کا ردعمل اس رائے پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے کہ اہل پاکستان کا اسلام سے جذباتی تعلق انتہائی گہرا اور مضبوط ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جذبہ

بعض اوقات ناممکن کوممکن بنادیتا ہے۔اور یہ بھی ایک کھلا راز ہے کہ حکومت پاکستان نے یہ تبدیلی مغرب خصوصاً امریکہ کے دباؤ میں اور اُن کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کی تھی، لیکن عوام کے جذباتی ردعمل نے حکومت کو بُری طرح پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ یاد رہے گریٹر اسرائیل کے نقشہ میں مدینہ کو اس کا حصہ دکھایا جاتا ہے۔اسرائیل اس حوالہ سے اگر عملی طور پر کچھ کرتا ہے تو اہل پاکستان کا اپنے جذبات پر کنٹرول رکھنا ممکن نہ رہے گا اور وقت کی حکومت خواہی نا خواہی جوابی کارروائی پر مجبور ہوسکتی ہے اور اسرائیل کی سلامتی خطرے میں پڑسکتی ہے۔دشمن کی خفیہ ایجنسیاں پاکستانی مسلمانوں کے جذبات کی شدت سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ لہٰذا اسرائیل، پاکستان کے وجود کو اپنے لیے رسک سمجھتا ہے۔ اسرائیل کا پاکستان کو اپنا بدترین دشمن سمجھنے کی آخری اور اہم ترین وجہ یہ ہے کہ اب پاکستان ایک ایٹمی پاکستان ہے اور اس کے میزائلوں کی رینج اسرائیل تک ہے۔اسی لیے امریکہ کے یہودی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے گورنر ہاؤس لاہور میں پاکستانی وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر تم نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو آگے بڑھایا تو تمہارا انجام عبرت ناک ہوگا۔اور امریکیوں نے بہرحال اس دھمکی پر عمل کر دکھایا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کفار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:''یہ چال چلتے ہیں اللہ بھی چال چلتا ہے اور اللہ بہترین چال چلنے والا ہے''۔اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ بھٹو کی پھانسی کے فوراً بعد ہی سوویت یونین نے افغانستان میں فوجی مداخلت کر دی اور امریکہ کو پاکستان کے تعاون کی ضرورت پڑ گئی اور جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے موقع سے فائدہ اٹھا کر ایٹمی حوالے سے ریڈ لائن کراس کر لی اسی دوران پاکستان نے کولڈ ٹیسٹ کر لیا اور امریکہ سب کچھ جانتے بوجھتے کچھ نہ کر سکا۔ اس لیے کہ پاکستان اگر افغانستان میں امریکہ سے تعاون ختم کر دیتا تو امریکہ کے لیے سوویت یونین کو شکست و ریخت سے دوچار کرنا مشکل ہو جاتا۔امریکی صدر ہر سال کانگریس کو جھوٹ پر مبنی یہ سرٹیفکیٹ دیتے رہے کہ پاکستان ایٹمی پیش رفت نہیں کر رہا۔

اس ساری صورت حال کے پس منظر میں اسرائیل اپنی سلامتی کے حوالے سے لازم سمجھتا ہے کہ گریٹر اسرائیل کی طرف حتمی قدم اٹھانے سے پہلے اُسے پاکستان کو ٹھکانے لگانا ہوگا۔ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اسرائیل کے تحفظ اور سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے امریکہ اور مغرب نے کس طرح مرحلہ وار اقدام کیے ہیں۔عراق کے کویت پر حملہ کو بہانہ بنا کر امریکہ نے سعودی عرب میں اپنی افواج پہنچا دیں۔ نائن الیون کا عذر تراش کر امریکہ افغانستان میں پاکستان اور ایران کے سر پر آ بیٹھا۔عراق میں W.M.D کا جھوٹ گھڑ کر اُس نے عراق کو تباہ و برباد کر دیا۔اب عرب میں شام کے علاوہ اسرائیل کا کوئی دشمن نہیں جس میں تھوڑی بہت جان ہو۔شام میں ایسی خانہ جنگی کا آغاز کروا دیا گیا ہے جو ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔لہٰذا عرب تو اب اپنی حفاظت اور سلامتی کے لیے اسرائیل کے محتاج ہو گئے ہیں اور ڈوب مرنے کی بات یہ ہے کہ وہاں کے اکثر حکمران اسرائیل کے سامنے سجدہ سہو کر چکے ہیں لہٰذا اسرائیل کو گریٹر اسرائیل کی طرف بڑھنے کے حوالے سے عرب میں کوئی مشکل درپیش نہیں۔

امریکہ اور اسرائیل کی پاکستان کے حوالے سے دلچسپی صرف یہ ہے کہ اُس کی ایٹمی صلاحیت ختم کر دی جائے۔کمزور اور مفلوج غیر ایٹمی پاکستان اسرائیل اور امریکہ کو منظور ہے' جو اسرائیل کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں نہ ہو۔لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ جونہی پاکستان ایٹمی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے' بھارت جو پاکستان کے وجود ہی کے خلاف ہے اور اکھنڈ بھارت کا قائل ہے' غفلت نہیں کرے گا اور پاکستان کے وجود کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا اہل پاکستان کے لیے کوئی دوسرا آپشن سرے سے موجود ہی نہیں' سوائے اس کے پاکستان کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے۔دشمنوں کے پاس پاکستان سے نمٹنے کے لیے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ سب مل کر پاکستان پر حملہ کر دیں اور اُسے عراق کی طرح تباہ و برباد کر دیں۔لیکن اس میں رسک یہ ہے کہ اگر پاکستان مرتے مرتے ایک ایٹمی حملہ بھی اسرائیل اور بھارت پر کرنے میں کامیاب ہو گیا تو یہ اُن کے لیے تباہ کن ہوگا۔ لہٰذا اس آپشن کے استعمال کے امکانات کم ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پاکستان کو شام بنا دیا جائے، یہاں خانہ جنگی کروائی جائے۔لوگ ایک دوسرے کا فرقہ، صوبائی تعصب یا لسانی مسئلہ پر قتل عام کریں۔حکومت کی رٹ نہ رہے۔قرائن بتاتے ہیں کہ یہ آپشن اپنایا جائے گا بلکہ اپنایا جا چکا ہے۔ مسلمانانِ پاکستان اگر قرآن وسنت کی بنیاد پر متحد نہ ہوئے تو خاکم بدہن دشمن کامیاب ہوسکتا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق قیامت سے پہلے اسلام کا عالمی غلبہ ہوگا لہٰذا یہ تو ہو کر رہے گا۔سوال یہ ہے کہ ہم اس میں حصہ ڈال کر دنیا اور آخرت میں خود کو کامیاب و کامران کرواتے ہیں یا نہیں۔ پاکستان اگر مضبوط و مستحکم ہوگا تو گریٹر اسرائیل کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا اور پاکستان صرف اُسی صورت میں توانا اور مستحکم ہوگا اگر یہ اسلامی ریاست کی صورت اختیار کرتا ہے لہٰذا بال اب اہل پاکستان کے کورٹ میں ہے کہ وہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنا کر گریٹر اسرائیل کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہوتے ہیں یا نہیں۔

☆☆☆

اسلامی معاشرے میں اخوت باہمی کے تقاضے

سورۃ الحجرات کے دوسرے رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی جناب محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 8 دسمبر 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراہیم

محترم قارئین! اسلامی ریاست اور معاشرے کے چند بنیادی اصولوں کا مطالعہ ہم نے اس سے قبل سورۃ الحجرات کے پہلے رکوع کی روشنی میں کیا تھا۔ آج اسی تناظر میں ہم ان شاء اللہ سورۃ الحجرات کے دوسرے رکوع کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کریں گے جن میں چند ایسی مجلسی برائیوں کا ذکر ہے کہ جن کو عام طور پر ہم برائی نہیں سمجھتے لیکن اگر یہ برائیاں کسی مسلمان معاشرے میں پیدا ہو جائیں تو وہاں مسلمانوں کے مابین جس طرح کی اخوت باہمی ہونی چاہیے یا ایک دوسرے کے لیے جس طرح دل صاف ہونے چاہییں وہ مطلوبہ فضا کبھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ جبکہ اسلام جس طرح کا معاشرہ چاہتا ہے اور قرآن اس کی جو منظر کشی کرتا ہے اس کی مختصر سی جھلک ہم پہلے رکوع میں دیکھ چکے ہیں کہ:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٠﴾﴾ ''یقیناً تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں' پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

یعنی اسلام چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں مسلمان اس طرح بھائی بھائی بن کر رہیں جیسے سگے بھائی آپس میں پیار، محبت، یگانگت اور اخوت باہمی کے رشتے میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسلامی معاشرت کے اس خصوصی تقاضے کی وضاحت احادیث نبوی ﷺ میں بھی بڑی تفصیل کے ساتھ آئی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''مومن ایک دوسرے کے لیے عمارت کی مانند ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا (کہ مسلمانوں کو ایسے ہونا چاہیے)''۔

یعنی جس طرح ایک عمارت اینٹوں سے مل کر بنتی ہے اور ان اینٹوں کے درمیان سیمنٹ انہیں اس طرح جوڑ کر رکھتی ہے کہ ان میں کوئی رخنہ نہیں ڈال سکتا۔ اسی طرح مسلمان بھی آپس میں اخوت باہمی کے رشتے میں اس طرح پروئے ہوئے ہوں اور ان کے دل آپس میں اس طرح ملے ہوئے ہوں کہ ان کے درمیان کوئی رخنہ نہ ڈال سکے۔ اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ:

''تمام مسلمان ایک جسد واحد کی طرح ہیں۔ اگر اُس کی آنکھ دُکھے تو اس کا سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور اسی طرح اگر اُس کے سر میں تکلیف ہو تو بھی سارا جسم تکلیف میں شریک ہوتا ہے''۔

آپ ﷺ نے یہ مثالیں دے کر بتایا کہ مسلمانوں کی برادری آپس میں اس انداز کی ہونی چاہیے۔ صحیح بخاری کی ایک اور روایت ہے کہ: ''قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کوئی بندہ سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔

یہ معیار کہنے کو تو بڑا آسان ہے لیکن اس پر پورا اُترنا بہت مشکل ہے۔ اپنی سرشت کے اعتبار سے انسان اپنے مفادات کو تحفظ دیتا ہے اور بالعموم اس کے لیے اپنا پیمانہ اور، اور دوسروں کے لیے پیمانے اور ہوتے ہیں۔ جبکہ اس حوالے سے توازن کو قائم رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ ہم میں کوئی بڑی سے بڑی غلطی بھی کر لے گا تو وہ اپنے ذہن سے کوئی نہ کوئی justification لے آئے گا لیکن وہی کام اگر کسی دوسرے نے کیا ہو گا تو ہم اس پر چڑھ دوڑیں گے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ جبکہ حضور ﷺ نے یہاں قسم کھا کر فرمایا کہ کوئی بندہ سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے''

اسی طرح صحیح بخاری میں ایک اور بڑی پیاری حدیث منقول ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرتا ہے، نہ اُسے دشمن کے حوالے کرتا ہے، جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگ جاتا ہے، اللہ اُس کی حاجت روائی اپنے ذمہ لے لیتا ہے، جو کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اُس کی تکلیف دور کر دے گا، جو کسی بھائی کی پردہ پوشی کرتا، اللہ روز قیامت اُس کی پردہ پوشی کرے گا''۔

جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کرتا، بڑا ہونے کی وجہ سے یا کسی مجبوری سے فائدہ نہیں اُٹھاتا بلکہ ہر مشکل میں اُس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، مومن بھی دوسرے مومن سے اسی طرح کے سلوک کا متقاضی ہے۔ کوئی قرض میں پھنسا ہوا ہے، کوئی کسی اور تکلیف میں ہے، کسی مصیبت میں ہے یا کسی غلط مقدمے میں پھانس لیا گیا ہے تو جو مومن اپنے اس مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجتوں کو پورا کرنے میں لگ جاتا ہے۔ یہ کتنی بڑی بشارت ہے کہ تم کسی مسلمان بھائی کی مشکلات کو دور کر رہے ہو، اللہ تمہاری مشکلات کو دور کر رہا ہے۔ پھر یہی نہیں کہ اس کا فائدہ تمہیں دنیا میں

اس صورت میں ملے گا بلکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ قیامت کے دن اس بندے سے تکلیف دور کر دے گا جو اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔اسی طرح کسی مسلمان کا کوئی عیب، کوئی برائی ہمارے علم میں آجائے تو اس کو اپنے تک رکھنا، آگے بیان نہ کرنا، اس کی پردہ پوشی کرنا، یہ بھی کتنے عظیم نفع کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بدلے میں ہماری پردہ پوشی کرے گا۔اس عظیم اجر کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں جاتی بلکہ بجائے اس کے اگر کسی کی کوئی کمزوری ہمارے ہاتھ لگ جائے تو اس کو آگے بیان کرنے سے خود کو روکنا ہمارے لیے بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔جب تک وہ بیان نہیں کر دیں گے ہماری تسلی نہیں ہوگی۔جبکہ اخوت اور بھائی چارے کی فضا اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے بارے میں بھی وہی نہ سوچے جو اپنے بارے میں سوچتا ہے۔اسی طرح اور بھی بہت سے معاملات ہیں جن کی طرف ہماری توجہ نہیں ہوتی لیکن ان کی وجہ سے دلوں کے اندر بگاڑ اور دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مثالی معاشرے کے قیام کے لیے ان کی نشاندہی بھی کی اور ان سے بچنے کی تاکید بھی۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''آپس میں حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے بے رُخی نہ اختیار کرو، تم میں سے ایک بھائی دوسرے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرتا ہے، نہ اُسے مصیبت میں چھوڑتا ہے، نہ اُس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اُس کی توہین کرتا ہے، (پھر اپنے سینہ مبارک کی طرف تین بار اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ یہاں ہوتا ہے (یعنی دل میں)، کسی شخص کے برا ہونے کے لیے یہ ہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت محترم ہے''۔

انسان کے اندر کچھ خلقی کمزوریاں بھی ہیں جیسے غصہ ہے، لالچ ہے، انہی میں سے ایک حسد بھی ہے اور یہ بھی مسلمانوں کے رشتۂ اخوت کو کاٹ دینے والی چیز ہے۔اسی طرح کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے بولی بڑھا کر دینا بھی معاشرتی لحاظ سے ایک معیوب عمل ہے۔اس لیے اسلام میں بھی ممنوع ہے۔ایسا کرتے ہوئے ہم سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ دوسروں کو پتا نہیں چلے گا مگر اللہ تو دیکھ رہا ہے، لیکن دوسرا بھی محسوس کر ہی لیتا ہے اور اسے سمجھ آجاتی ہے کہ یہ میرا خیر خواہ نہیں ہے اور جب یہ feelings آگئیں تو برادرانہ اخوت تو ختم ہو گئی۔اسی طرح ایک شخص سودا کرتا ہے اور دوسرا آگے بڑھ کر زیادہ پیسے لگائے گا تو پہلے کے دل میں رنجش پیدا ہوگی۔اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جانا، بغض رکھنا، یہ ساری چیزیں بھی ایسی ہیں جن سے دلوں میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

((اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ، فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عَيَالِهٖ)) (طبرانی)

پوری مخلوق ایک اعتبار سے اللہ کا کنبہ ہے لیکن خاص طور پر انسان اور انسانوں میں سے بھی مسلمان اللہ کی خاص برادری ہے، اس میں ایک دوسرے کے خلاف اس قسم کی نفرتیں، عداوتیں اور بدگمانیاں نہیں ہونی چاہییں۔ ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کے خون، مال اور عزت و آبرو کا احترام ملحوظ رکھنا چاہیے۔

ان آیات اور احادیث مبارکہ میں ایک مثالی اسلامی معاشرہ کی کتنی خوبصورتی سے منظر کشی کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ چاہتے ہیں۔اب اگلی دو آیات میں کچھ ایسی برائیوں کا بھی تذکرہ ہے جن کو عام طور ہم برا خیال نہیں کرتے مگر وہ اسلامی معاشرے کے حسن کو بگاڑ دینے والی اور دلوں میں دوریاں پیدا کر کے باہمی اخوت اور ہم آہنگی کو ختم کرنے والی ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾ ''اے اہل ایمان! تم میں سے کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں'' ﴿وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى

پریس ریلیز 15 دسمبر 2017ء

توہین رسالت کے قانون کا ختم کرنا کسی صورت قبول نہیں

دینی جماعتوں کا اتحاد خوش آئند ہے، لیکن انتخابات کے راستے پاکستان میں اسلام کا نفاذ ممکن نہیں

مسلمان حکمران امریکہ اور مغرب کے دباؤ کی وجہ سے امتِ مسلمہ کی بہتری، عزت اور وقار کے لیے کوئی قدم اٹھانے سے قاصر ہیں

حافظ عاکف سعید

توہین رسالت کے قانون کا ختم کرنا کسی صورت قبول نہیں۔یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔اُنہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ انسانی حقوق کے کونشنز کے جن ایک سو گیارہ (111) نکات پر پاکستان نے متفق ہو کر دستخط کیے تھے اُس پر عمل درآمد کرتے ہوئے توہین رسالت قانون کو ختم کیا جائے۔اُنہوں نے حکومت کو متنبہ کیا کہ C/295 کو آئین سے نکالا گیا تو یہ ریاست پاکستان کے لیے انتہائی نقصان دہ ہو گا۔ہمیں یو این او سے علیحدہ ہونا پڑے لیکن ہم توہین رسالت کا قانون ختم نہیں کریں گے۔ایم ایم اے کی بحالی پر تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ دینی جماعتوں کا اتحاد خوش آئند ہے، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ انتخابات کے راستے پاکستان میں اسلام کا نفاذ ممکن نہیں۔2002ء میں اس اتحاد میں زیادہ دینی جماعتیں تھیں، لیکن KPK میں جہاں ایم ایم اے کی حکومت تھی، اسلام کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی تھی۔OIC کے سربراہی اجلاس پر تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ توقع کے عین مطابق یہ مجلس نشستند گفتند و برخاستند پر تمام ہوئی۔اُنہوں نے کہا کہ ترکی کے صدر اردگان نے تجویز پیش کی کہ اسرائیل کو دہشت گرد ریاست قرار دیا جائے لیکن مشترکہ اعلامیہ میں اس تجویز کو شامل نہ کیا گیا۔اُنہوں نے کہا کہ مسلمان حکمران امریکہ اور مغرب کے دباؤ کی وجہ سے امتِ مسلمہ کی بہتری، عزت اور وقار کے لیے کوئی قدم اٹھانے سے قاصر ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

﴿اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ج﴾ ''(اسی طرح) عورتیں بھی دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔''

دوسروں کا مذاق اڑانا ہمارے ہاں ایک شغل اور تفریح کے ذیل میں آتا ہے، لیکن جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، کبھی اس کے دل میں جھانک کر انسان اگر دیکھ سکے تو معلوم ہو کہ وہاں کیا گزر رہی ہے اور مذاق اڑانے والے کے خلاف کتنی نفرت اور شدید بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔ ایک ہے انفرادی طور پر کسی کا مذاق اڑانا اور ایک ہے قومی اعتبار سے دوسری قوموں کی تحقیر کرنا اور ان کے لیے توہین آمیز الفاظ کا استعمال کرنا۔ اس کے نتیجے میں دلوں میں جو دوریاں پیدا ہوتی ہیں وہ کبھی کم نہیں ہوتیں کیونکہ یہ انسانی نفسیات کا حصہ ہے کہ ایسی چیزیں کبھی نہیں بھولتیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں اخوت باہمی پیدا نہیں ہوتی۔ لہٰذا کسی کا مذاق مت اڑاؤ۔ ساتھ ہی فرمایا کہ عورتیں بھی دوسری عورتوں کا مذاق نہ اُڑائیں۔ عام طور پر قرآن مجید میں جو احکامات آتے ہیں تو مردوں کے ساتھ ساتھ ان کی مخاطب خواتین بھی ہوتی ہیں لیکن یہاں عورتوں کے لیے خصوصی طور پر حکم آیا ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ یہ مرض مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اور اپنے آپ کو عیب مت لگاؤ۔''

طعنہ دینا بھی دوسروں پر کوئی خوشگوار اثر نہیں چھوڑتا۔ ظاہر ہے کہ طعنہ دوسروں کے سامنے کسی کو ذلیل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے اور جس کو طعنہ دیا جا رہا ہو یہ اُس کے دل کو پتا ہوتا ہے کہ اُس پر کیا گزر رہی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط﴾ ''اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے چڑانے والے نام رکھا کرو۔''

یعنی کسی کو چڑانے کے لیے اُس کا کوئی برا نام رکھنا یا نام بگاڑ کر لینا، یا کبھی کسی پوری قوم کا نام بگاڑ کر رکھنا، یہ چیزیں بھی دلوں کے اندر فاصلے بڑھاتی ہیں۔ کہہ دینا تو بڑا آسان ہے لیکن اس کے نتائج بڑے سنگین ہوتے ہیں۔

﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ج﴾ ''ایمان کے بعد تو برائی کا نام بھی برا ہے۔''

یہ بڑا دلپذیر انداز ہے کہ غور کرو اللہ نے تمہیں زمانہ جاہلیت سے نکال کر کس مقام پر پہنچایا ہے، ایمان جیسی نعمت تمہیں عطا کی ہے۔ اس کے بعد تو کم از کم تمہارے نزدیک ایسی برائیاں معیوب ہونی چاہییں۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪﴾ ''اور جو باز نہیں آئیں گے وہی تو ظالم ہیں۔''

بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، کسی کو طعنہ مت دو، غیبت مت کرو لیکن حقیقت یہی ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے حوالے سے یہ بہت اہم ہدایات ہیں۔ جن پر اگر ہم عمل نہیں کریں گے تو معاشرے میں یا ریاست کی سطح پر وہ قومی ہم آہنگی، یگانگت اور باہمی اخوت کی فضا پیدا ہو ہی نہیں سکتی جو کسی بھی پُرامن اور مستحکم معاشرے کے لیے ضروری ہے۔ آج بھی مسلمانوں میں جو باہمی اخوت اور محبت مطلوب ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان بنیان مرصوص کی طرح ہوں تو اس میں رکاوٹ ایسی ہی برائیاں ہیں جن کی وجہ سے ہمارے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم قومی سطح پر بھی ایسی ہی برائیوں کا شکار ہیں کہ خود کو سب سے برتر سمجھتے ہیں اور دوسری اقوام کو طرح طرح سے بدنام کرتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان قوم ایک ہونی چاہیے لیکن اسی وجہ سے ہم سینکڑوں قوموں میں بٹے ہوئے ہیں۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ ''اے اہل ایمان! زیادہ گمان کرنے سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔''

اپنی آنکھوں سے کسی میں کوئی برائی دیکھے بغیر ہی محض اپنے گمان کے مطابق کسی شخص کے بارے میں کوئی بری رائے قائم کر لینا، چاہے زبان سے کچھ نہ بھی کہیں لیکن اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہم اکثر نئے ملنے والوں کے بارے میں بدگمانی پہلے کرتے ہیں، اور بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہ بندہ تو بہت ہی مختلف قسم کا ہے تو پھر اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم کرتے ہیں۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہر شخص کے بارے میں خوش گمانی ہو اور بدگمانی تب کریں جب کوئی ٹھوس ثبوت سامنے آجائے، اس کے بغیر بدگمانی جرم ہے، گناہ ہے۔ ان تعلیمات کا بھی اصل مقصد وہی ہے کہ مسلمانوں کے دل ایک دوسرے کے بارے میں صاف ہوں۔ کیونکہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ بعض اوقات ہمارا گمان کسی کے بارے میں اچھا نہیں ہوتا لیکن اس کے سامنے یہ ظاہر کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم تمہارے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں۔ لیکن احساسات اندر سرایت کر جاتے ہیں۔ دوسرا بھی محسوس کر لیتا ہے کہ یہ میرے حوالے سے اچھا گمان نہیں رکھتا۔ لہٰذا پائیدار اور مثالی معاشرے کے قیام کے لیے ہمیں اپنے دل کو شعوری طور پر صاف رکھنے کی کوشش کرنی ہوگی، کوئی بدگمانی آتی ہے تو اس کو دور کرنا ہوگا۔

﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ ''اور ایک دوسرے کے حالات کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔''

یہ بھی انسانی مزاج میں شامل ایک ایسی عادت ہے کہ اس سے خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ تجسس یہ ہے کہ کوئی بھی معاملہ ہو آپ اس کی کھود کرید میں لگ جائیں۔ جبکہ پسندیدہ معاملہ یہ ہے کہ جس کام سے آپ کا مطلب نہیں ہے آپ خواہ مخواہ اس کی کھود کرید میں نہ جائیں۔ ہاں! اگر آپ کا کوئی ذاتی ایشو ہے جس کی ضرورت کے مطابق آپ کو کہیں تحقیق کرنی پڑ رہی ہے جیسے بیٹی یا بیٹے کے رشتے کا معاملہ ہے تو آپ چھان بین کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر تجسس میں لگے رہنا کہ فلاں گھر میں کیا ہو رہا ہے، فلاں دوستوں یا رشتہ داروں کی اس وقت آپس میں کیا کیفیت ہے؟ یہ ایک خاص ذہنیت ہے جس کی اسلام میں حوصلہ شکنی کی گئی ہے کیونکہ اس کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔

﴿وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط﴾ ''اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔''

غیبت غیابت سے ہے۔ یعنی کسی شخص کی غیر موجودگی میں اُس کی کوئی برائی دوسرے کے آگے بیان کرنا، اگرچہ آپ سو فیصد وہی بیان کریں جو آپ نے سنی یا دیکھی ہے، اس میں کوئی مرچ مصالحہ اپنے پاس سے نہیں لگا رہے تو تب بھی یہ غیبت ہے۔ اور یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔ فرمایا:

﴿اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط﴾ ''کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ یہ تو تمہیں بہت ناگوار لگا!''

مردہ بھائی کا گوشت کھانے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن یہ جتنا بڑا گناہ ہے، غیبت بھی اسی کے برابر ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو ہمیں معلوم ہے وہی آگے بیان کر رہے ہیں اس میں برائی کیا ہے؟ لیکن انہی چیزوں کی وجہ سے پھر دلوں میں فاصلے بڑھتے ہیں، کدورتیں پیدا ہوتی ہیں اور یہیں سے خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ چنانچہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان بھائی پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس کا کوئی عیب آپ کے علم میں آجائے تو اسے اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ آگے فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ⑫﴾ ''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ توبہ کا بہت قبول فرمانے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔''

یعنی اب تک ان معاملات میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان پر اللہ سے معافی کے طلب گار رہو۔ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اور آئندہ کے لیے عزم مصمم ہو کہ ہم نے ان برائیوں میں ملوث نہیں ہونا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

امریکی سفارت خانہ یروشلم منتقل کرنے کا اعلان

امیر تنظیم اسلامی عاکف سعید

حالیہ دنوں کا اہم ترین ایشو امریکی صدر کا امریکی سفارت خانہ یروشلم منتقل کرنے کا اعلان ہے جس پر اسرائیل میں خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔ عالم اسلام کے لیے یہ انتہائی رنج وغم کا مقام ہے۔ جو لوگ بھی اس معاملے کی حساسیت کو سمجھتے ہیں، انہیں اندازہ ہوگا کہ یہ بہت ہی تشویشناک معاملہ ہے۔ پہلے امریکی صدور کلنٹن، بش اور اوباما پر بھی یہودیوں اور امریکی کانگریس کا دباؤ تھا کہ وہ یہ اعلان کریں۔ لیکن پورے عالم اسلام کے ردعمل کے اندیشے کی وجہ سے انہوں نے ایسے اقدام سے گریز کیا۔ امریکہ کس کی مٹھی میں ہے، اس سے سب واقف ہیں۔ علامہ اقبال نے واضح طور پر کہہ دیا تھا کہ

تری دوا نہ جنیوا میں ہے، نہ لندن میں
فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے!

ان کے زمانے میں فرنگ کا امام برطانیہ تھا اور اب امریکہ ہے۔ لیکن اس طوطے کی جان یہود میں ہے۔ اب خبطی ہونے کی اداکاری کرنے والے امریکی صدر ٹرمپ کے ذریعے یہ اعلان کروادیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اچانک نہیں ہو گیا بلکہ یہ دہائیوں کی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔ 1897ء میں یہودیوں نے پروٹوکولز مرتب کیے تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ اب تک ہمیں ساری دنیا میں مار پڑتی رہی ہے۔ وہ ہیں تو اقلیت میں لیکن پوری نوع انسانی کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔ ویسے تو ان کی سب سے زیادہ دشمنی اسلام اور مسلمانوں سے ہے لیکن وہ پوری نوع انسانی سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ 70ء میں رومن جنرل ٹائٹس نے یروشلم پر حملہ کیا تھا اور بیت المقدس کو مسمار کیا تھا اور ان کو دیس نکالا دے دیا تھا۔ ساری دنیا میں وہ اپنی پناہ گاہ تلاش کرتے رہے ہیں اور جہاں گئے ہیں، انہیں مار پڑتی رہی ہے۔ لیکن بالآخر انہوں نے مل بیٹھ کر یہ سوچا کہ کس طرح پوری نوع انسانی کو حیوان بنا کر اور انہیں نکیل ڈال کر اپنا تابع کیا جائے۔ اس کے لیے انہوں نے پروٹوکولز طے کیے کہ اب انہوں نے اس انداز سے کام کرنا ہے اور بالآخر پوری دنیا پر اپنی حکومت قائم کرنی ہے۔ اسی طرح ان کی دنیا سے انتقام کی آگ سرد ہونی ہے۔ بے حیائی اور فحاشی کو اس قدر عام کیا جائے کہ انسان انسانیت کی سطح سے گر کر حیوان بن جائے، یہ ان کے پروگراموں میں سرفہرست ہے۔ وہ شیطانی منصوبہ جو آج سے 120 برس قبل بنا تھا اس میں بالخصوص مسلمانوں کو دین و مذہب سے دور کر کے انہیں کمزور کرنا اور انہیں پوری دنیا میں ذلیل وخوار کرنا ان کا اہم ہدف تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ عین شیڈول کے مطابق وہ اپنے ہدف یعنی گریٹر اسرائیل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جو منصوبہ انہوں نے بنایا تھا اس پر انہوں نے عمل بھی کیا اور اس میں کامیابیاں بھی حاصل کر رہے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا ان کے شکنجے میں ہے۔ جبکہ عرب مسلسل پسپا ہو رہے ہیں۔ وہ اسرائیل جسے پورے عالم اسلام بالخصوص عرب دنیا میں ایک ناسور کہا جاتا تھا، کچھ عرب ممالک باقاعدہ اسے تسلیم بھی کر چکے ہیں۔ یہ بھی یہودیوں کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ کچھ عرب ممالک نے اسرائیل سے خفیہ تعلقات بھی قائم کر رکھے ہیں۔ یہ ذلت و رسوائی عربوں کا مقدر اس لیے بنی کہ انہوں نے قرآن حکیم جو ان کی اپنی زبان میں نازل ہوا، کے احکامات کو ماننے سے انکار کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفاداری سے قصداً انحراف کی روش اختیار کر رکھی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر دین کے معاملے میں وہ کردار ادا نہیں کیا جو مطلوب تھا اور جو دنیا و آخرت کی کامیابی کے حصول کے لیے لازم تھا۔ بقیہ امت مسلمہ کی حالت بھی اچھی نہیں۔ کوئی مسلم حکمران سوائے ترکی کے فرماں روا طیب اردوان کے جو کسی حد تک ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی ہمت رکھتا ہے۔ طیب اردگان کی جانب سے شدید احتجاج کیا گیا ہے۔ وہ اس وقت عالم اسلام کی رہنمائی کرتے نظر آ رہے ہیں۔ یہ ایک انتہائی خوش آئند بات ہے۔ ہر حکمران کو اپنا اقتدار عزیز ہوتا ہے جس کی خاطر وہ امریکہ سمیت مغربی قوتوں کی غلامی کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کا مسئلہ بھی امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے کیونکہ وہ اقتدار پر بھی اسی کے ذریعے آتے ہیں۔ لہٰذا وہ امریکہ کی ڈکٹیشن پر چلنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ورنہ ان کی جگہ کسی اور کو موقع دے دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے فیصلے بھی ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہیں۔ ہم ان کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہوتے ہیں۔ ہماری ہر حکومت ان کی غلامی پر مجبور ہوتی ہے۔ اگر 57 ممالک متحد ہو کر امریکہ سے یہ کہہ دیں کہ اگر تمہارا سفارت خانہ یروشلم منتقل ہوا تو ہم سب تم سے سفارتی تعلقات منقطع کر دیں گے، تجارتی لین دین ختم کر دیں گے اور ڈالر کا بائیکاٹ کر دیں گے تو امریکہ کو جنگ کے بغیر بھی مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے حکمرانوں میں اتنا دم خم نہیں ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔ ☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ طلاق یافتہ خاتون، عمر 35 سال، تعلیم ایف اے، ہومیوپیتھک ڈپلومہ (چار سال)، لاہور کی رہائش پذیر، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے برسرروزگار، دینی مزاج کے حامل فرد کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-4070247

☆ لاہور میں مقیم ککے زئی برادری کی بیٹی، عمر 27 سال تعلیم ایم ایس سی کے لیے تعلیم یافتہ، دینی فیملی سے رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0333-4376930

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

☆ حلقہ کراچی شمالی کے مبتدی رفیق محمد صابر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

برائے تعزیت: 0313-2090292

☆ ہارون آباد شرقی کے اسرہ فقیر والی کے رفیق بشیر احمد گل کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0302-7377198

☆ حلقہ پنجاب شرقی کے ڈونگہ بونگہ کے منفرد رفیق عبداللہ ہارون کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0300-7075332

☆ پنجاب شرقی چشتیاں کے رفیق قاری غلام مصطفیٰ کے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-7548232

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

مردِ حُر (6)

21 ما پر کاہے اسیرِ گرد باد — ضربش از کوہِ گراں جوے کشاد

مغربی ترقی میں شامل ہو کر ہم اس تنکے کی مانند ہیں جو بگولے میں ہوا کے رحم و کرم پر ہے
اس کی ضرب مشکل اور مخالف حالات کے کوہِ گراں سے بھی نہر جاری کر دیتی ہے

22 محرمِ او شو ، ز ما بیگانہ شو — خانہ ویراں باش و صاحب خانہ شو

اُس کا قریبی بن جا اور ہم سے دور ہو جا — دنیاوی گھر ویران کر دو اور (انگریز کو نکال کر) صاحب خانہ (گھر کے مالک) بن جاؤ

23 شکوہ کم کن از سپہرِ گرد گرد — زندہ شو از صحبت آں زندہ مرد

اس گرد آلود آسمان یعنی مخالف ماحول میں شکوے نہ کرو اور اُس زندہ (آزاد) مرد کی صحبت یعنی اپنے فکر و عمل سے زندہ ہو جاؤ

24 صحبت از علم کتابی خوشتر است — صحبت مردانِ حر آدم گر است

مردِ حر (آزاد انسان) کی صحبت علم کتابی (انگریز کے نصابِ تعلیم) سے بہتر ہے مردانِ حر کی صحبت ہی حقیقی انسان بنا دیتی ہے

25 مردِ حر دریائے ژرف و بیکراں — آب گیر از بحر و نے از ناوداں

مردِ حر (آزاد انسان) ایک گہرے اور بے کنار دریا کی طرح آزاد ہوتا ہے (اے انگریز کے محکوم مسلمان) پانی دریا سے لے نہ کہ پرنالے سے

21۔ مغرب کی ترقی کے جلو میں ہم 'کسی دوسرے کی بارات کے ساتھ دوڑنے والے مفت خوروں' کی طرح ہی لگتے ہیں اور ہماری خودی اور 'انا' مر چکی ہے اور ہم مغرب کی نگاہ میں پر کاہ کے برابر وقعت نہیں رکھتے اور ہم زمانے کی تیز ہوا کے جھونکوں کے رحم و کرم پر ہیں جبکہ ہم اگر مغربی افکار و نظریات سے حقیقی آزادی کے متلاشی اور طالب بن جائیں اور کلیمی کے ساتھ کوئی 'عصا' بھی ساتھ لے لیں تو وقت کے فرعون ایسی قوموں کو زیادہ غلام نہیں رکھ سکتے بلکہ فرعون لاؤ لشکر سمیت غرق ہو جاتے ہیں۔ ایسے مردانِ حُر پہاڑوں سے ندی نکال لانے کا کام کرتے ہیں یعنی ناممکن کو ممکن بنا کر دم لیتے ہیں۔

22۔ اے مسلمانو! اٹھو جاگو ۔۔۔ آسمانی ہدایت کو سینے سے لگاؤ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کو شعار بناؤ۔ قرآن مجید کو رہبر بناؤ۔ خودی کو بیدار کرو 'مردِ حُر' بنو اور دنیا بنانے والوں سے دور ہو جاؤ۔ اپنا فوری فائدہ ترک کرد، و دنیا کی قربانی دو۔ مغرب اور مغربی افکار و نظریات سے آزادی کے لیے سربکف ہو جاؤ تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غیروں کے افکار سے آزاد وطن دے کر صاحب خانہ بنا دے۔

23۔ نظریاتی جدوجہد کرنے والوں کے لیے بہت کم سازگار حالات ملتے ہیں۔ حالات کو سازگار بنانا پڑتا ہے۔ نظریے سے وابستہ رہو اور حالات کی سختی اور اپنے دشمنوں اور آستین کے سانپوں کے شکوے زبان پر نہ لاؤ۔ اٹھو! اور اس زندہ 'مردِ حُر' کے دامن سے وابستہ ہو کر مغربی بالادستی سے نجات کی جدوجہد میں ہراول دستہ بنو۔ اسی انقلابی جدوجہد کے متوالوں اور مردانِ حُر کی صحبت شاید تمہیں بھی نئی زندگی عطا کر دے اور تمہیں بھی ایک زندہ ضمیر کے ساتھ نیا جذبہ اور نیا ولولہ عطا ہو جائے۔

24۔ حقیقی علم صرف مختلف کتابوں کے صفحات پر نقش حروف پڑھنا سیکھ لینے کا نام نہیں ہے سابقہ ادوار میں بھی یہ بات اسی طرح ہے اور عصر حاضر میں برطانوی استعمار کے جاری کردہ سیکولر اور بے دین نصاب تعلیم کے لحاظ سے تو یہ بات اور یقینی ہے۔ اس نظام تعلیم میں استاد اور شاگرد کا رشتہ 'تاجرانہ' بنیادوں پر ہے جب حقیقی علم جس کے اثرات انسان کے کردار پر منعکس ہوں اور جس سے روحانی کردار سازی ہو وہ علم تو ایک 'فن' ہے اور وہ ایک تربیت یافتہ اور با کردار 'TUTOR' سے ہی حاصل ہو سکتا ہے جیسے علامہ اقبال استاد کی 'صحبت'...... یعنی استاد کے ساتھ ایک عرصہ گزار کر عملی زندگی میں اصلاحی پہلوؤں کو اختیار کر کے اس کی نگرانی میں رہے تا کہ وہ باتیں گوش گزار ہو کر دماغ اور دل بلکہ روح میں گھر کر جائیں اور انسان کے سیرت و کردار کا حصہ بن جائیں۔ یہی انسان کی حقیقی ضرورت ہے کردار سازی میں 'صحبت' 'علم کتابی' یا ذاتی مطالعہ اور سکولوں یونیورسٹیوں میں پڑھ کر ڈگری حاصل کر لینے سے کہیں زیادہ مؤثر عامل ہے۔

اے مسلمان تم کسی سچے مسلمان اور مردِ حُر کی صحبت میں وقت گزارو اور پہلے خود وہ جذبہ لے کر زندہ انسان بنو تا کہ تم بھی اس (منحوس) مغربی استعمار سے آزادی کی جدوجہد میں شامل ہو سکو، انہی مردانِ حُر کی صحبت میں ایسے انسان بنتے ہیں۔ افسوس کہ آج ایسے مردانِ حُر اور انقلابی انسان ناپید ہیں۔

25۔ مردِ حُر صرف اللہ کا غلام اور بندہ ہوتا ہے وہ سامراج اور مقتدر قوتوں کا غلام نہیں ہوتا، نہ وہ پیسے اور خواہشات کا بندہ ہوتا ہے۔ وہ بے کنار دریا اور سمندر کی طرح ہوتا ہے وہ اللہ پر بھروسا کرتا ہے اور اس کے ارادے بلند اور منصوبے بڑے ہوتے ہیں وہ اجتماعی اور ملّی سوچ رکھتا ہے۔ وہ مستقبل میں دور تک کی منصوبہ بندی کرتا ہے وہ سمندر کے سے وسائل رکھتا ہے نہ کہ 'پرنالے' کے پانی کی طرح کم اور بے وقعت وسائل۔

ظاہراً امریکہ اور یورپ اسلامی فوجی اتحاد کی پشت پر ہیں حالانکہ انہیں اسلامی اتحاد سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ انہی ممالک کی فوج کے ہاتھوں انہی کے لوگوں کو مروایا جائے جو اسلام کو بطور نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں۔: ایوب بیگ مرزا

یہ اتحاد اُمت مسلمہ کے مفادات کا محافظ تب بن سکتا ہے جب اس کا مقصد عدل و انصاف قائم کرنا ہو اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اتحاد میں شامل ممالک پہلے اپنے شہریوں پر ہونے والے ظلم کا ازالہ کریں: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

اسلامی ممالک کا مشترکہ فوجی اتحاد: زمینی حقائق کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: اسلامک ملٹری کاؤنٹر ٹیرازم کولیشن کا ریاض میں اجلاس ہوا ہے۔ اس کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: 2015ء میں ایک فوجی اتحاد اور اس کا سرسری سا جائزہ سامنے آیا تھا اور پاکستان کے سابق آرمی چیف جنرل راحیل شریف کو اس اتحاد کا سربراہ بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی تفاصیل سامنے نہیں آئی تھیں۔ مگر حال ہی میں اسلامک ملٹری کاؤنٹر ٹیرازم کولیشن کا اجلاس ہوا جس میں وضاحت کے ساتھ اس کے مقاصد بیان کیے گئے۔ بنیادی طور پر اس اتحاد کی چار جہتیں بیان کی گئی ہیں جن کے عنوانات یہ رکھے گئے ہیں: نظریاتی، کمیونیکیشن الائنس، فنانسنگ ٹیرازم، فوجی اتحاد۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان میں نظریاتی جہت سب سے اہم ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے اسلام کا ایک بیانیہ لوگوں کے سامنے رکھا ہے اور وہ ہے اسلام کا سافٹ امیج جس میں اسلام کو بحیثیت دین نہیں بلکہ بحیثیت مذہب قبول کیا گیا ہے۔ یعنی بتایا یہ جا رہا ہے کہ اسلام بحیثیت مذہب تو قبول ہے لیکن اسلام بحیثیت نظام قبول نہیں ہے۔ اور جو نظام دنیا میں اس وقت رائج ہے وہی چلے گا۔ اس کے تحت تمام مذہبی رسومات کی آزادی ہوگی اور اسلام کے اسی امیج کو پروموٹ کیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بہت سے ایسے دانشور سامنے آئیں گے جو اسلام کے سافٹ امیج کے حوالے سے دلائل دیں گے اور لوگوں کو بتائیں گے کہ اسلام تو خالصتاً ایک امن کا مذہب ہے، اسلام میں جارحیت ہے ہی نہیں۔ حالانکہ اسلام میں دونوں چیزیں ہیں یعنی اسلام میں امن و سلامتی بھی ہے لیکن اسلام دشمن اور اللہ کو نہ ماننے والی قوتوں کے خلاف جہاد بھی ہے۔ اصل میں اس اتحاد میں جہاد کے نام کو Avoid کیا گیا ہے یعنی سیاسی اسلام کو نظر انداز کر کے مذہبی اسلام کو پروموٹ کیا گیا ہے۔ جیسے صوفی ازم ہے کہ جو کسی کے لیے بھی ضرر رساں نہیں ہوتا، حتیٰ کہ اپنے دشمن کو بھی قبول کر لیتا ہے۔ یہ اتحاد بھی اسی طرح کا اسلام کا ایک امیج دینا چاہتا ہے اور اسی کو پروموٹ کرنا چاہتا ہے۔ اس بیانیہ کو تقویت پہنچانے کے لیے انہوں نے میڈیا کا ایک الائنس بنایا ہے۔ چنانچہ اس اتحاد کی دوسری جہت یعنی کمیونیکیشن الائنس کا مقصد یہ ہے کہ ان کا تمام میڈیا اس چیز کی پُر زور تبلیغ کرے گا کہ اسلام محض ایک پُر امن مذہب ہے جس کا جہاد، تلوار اور سیاست سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس میڈیا الائنس کے ذریعے یہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنائیں گے اور اس اتحاد میں شامل تمام ممالک کے میڈیا گروپس ایک دوسرے کے ساتھ اس حوالے سے تعاون کریں گے۔

فنانسنگ ٹیرازم: آپ نے دیکھا ہوگا کہ پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں دین کے لیے کام کرنے والی کئی جماعتیں عوامی چندوں سے چلتی ہیں، سرکار انہیں کچھ نہیں دیتی اور جنہیں سرکار دیتی ہے وہ کچھ کرتی بھی نہیں۔ لہٰذا اس اتحاد کی تیسری جہت کا مقصد درحقیقت اسلامی جماعتوں کی مالی قوت پر ضرب لگانا ہے۔ ہم بھی اس بات کے حامی ہیں کہ دہشت گردی کے لیے فنانسنگ نہیں ہونی چاہیے لیکن دین کی دعوت، نشر و اشاعت، تعلیم و تعلم کے لیے تو کسی قسم کی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن انہوں نے یہ شعبہ اس لیے بنایا ہے کہ جو لوگ اسلامی جماعتوں کو چندے دیتے ہیں، ان کو مانیٹر کیا جائے اور پھر کوئی نہ کوئی عذر تراش کر ان پر ضرب لگائی جائے گی۔

چوتھی جہت یعنی فوجی اتحاد: یہ بہت اہم ہے۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ مشترکہ مشقیں ہوں گی اور آپریشن بھی مشترکہ ہوں گے۔ اب جب مشترکہ آپریشن ہوں گے تو وہ لوگ جو اس اتحاد کے پیچھے ہیں، وہ طے کریں گے کہ کون دہشت گرد ہے اور کہاں دہشت گردی ہو رہی ہے۔ لہٰذا وہ ان مسلم ممالک سے ہی کسی گروہ پر، جو گران کے ایجنڈے کے مطابق نہیں چلے گا، دہشت گردی کا لیبل لگوا کر اسی ملک کی فوج کو ان کے خلاف استعمال کریں گے۔ یعنی اصل مقصد یہ ہے کہ جو لوگ آج جہاد کا نعرہ لگا رہے ہیں ان کو ہر صورت میں کنٹرول کیا جائے۔ بظاہر لگتا ہے کہ اس کے پیچھے امریکہ ہے۔ ظاہر ہے امریکہ کو اسلامی اتحاد سے کیا دلچسپی ہے سوائے اس کے کہ انہی ممالک کی فوج کے ہاتھوں انہی کے لوگوں کو مروایا جائے جو جہادی ذہن رکھتے ہیں یا اسلام کو بطور نظام نافذ کرنے چاہتے ہیں۔ برطانوی سامراج نے قادیانیت کو اسی لیے پیدا کیا تھا کہ وہ جہاد کی نفی کرے اور اس شخص نے باقاعدہ جہاد کی نفی کی۔ لہٰذا یہ پورا منصوبہ جہاد کی نفی کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

سوال: کیا یہ اتحاد امت مسلمہ کے مفادات کا تحفظ کر سکے گا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آپ نے بہت جامع سوال کیا ہے۔ اس سوال میں چار key words ہیں۔ اتحاد، امت مسلمہ، مفادات اور تحفظ۔ اتحاد تو بن گیا ہے۔ اور اس کا نام اسلامک ملٹری الائنس رکھ دیا گیا ہے۔ یہ صرف 41 اسلامی ملکوں کا ذاتی اتحاد ہے جس کا اُمت مسلمہ کے تصور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا مشن تھا کہ تمام بنی نوع انسان کو دنیوی اور اُخروی فائدے پہنچ جائیں۔ آپ ﷺ تمام جہانوں کے

لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ

﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝﴾ (الاحزاب:21)

نبی اکرم ﷺ کا پیغام پوری بنی نوع انسانی کے لیے سراسر سلامتی اور عدل وانصاف کا پیغام تھا۔ جو بھی اس پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اسلام لے آتا تھا وہ اُمت مسلمہ کا حصہ بن جاتا تھا۔ چنانچہ اس اُمت کا مفاد بھی اسی میں تھا کہ وہ حضور ﷺ کے اُسوہ پر چلتے ہوئے پوری نوع انسانی کو دنیوی اور اخروی تباہی وبربادی سے بچانے والی بن جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ امت دعوت وتبلیغ کے ذریعے برپا کی اور اپنے مشن کے لیے جہاد کیا۔ بنیادی مقصد لوگوں کو تباہی اور بربادی سے بچانا تھا۔ آپ ﷺ کا پیغام لے کر جب صحابہ کرامؓ نکلتے تھے تو دشمنوں کے سامنے تین نکات رکھے جاتے تھے جن میں سے پہلے دو تو امن وسلامتی والے تھے۔ یعنی مسلمان ہو جاؤ تو ہمارے برابر کے بھائی ہو، اگر اسلام نہیں لاتے تو اسلام کی بالادستی کو قبول کرو اور جزیہ دے کر رہ سکتے ہو، اسلامی ریاست تمہارے جان ومال کی حفاظت کرے گی۔ جب کفار پہلے دو نکات کو نہیں مانتے تھے اور لڑنے کے لیے تیار ہوتے تھے تو پھر مسلمان ان کے خلاف جہاد کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں مسلمانوں نے کسی علاقے کو فتح کیا لیکن ان کے سامنے پہلے یہ نکات نہیں رکھے بلکہ زبردستی ان کا علاقہ فتح کر لیا۔ عیسائیوں نے قاصد کے ذریعے خلیفہ تک یہ پیغام پہنچا دیا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم دیا کہ وہاں قاضی کی عدالت لگاؤ اور اس کا فیصلہ کیا جائے۔ قاضی نے پوری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے عیسائیوں کے حق میں فیصلہ دے دیا اور مسلمانوں کو علاقہ خالی کرنے کا حکم دیا۔ عیسائی حیران ہوئے اور بعد ازاں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یعنی مسلمانوں نے اخلاقی طاقت سے ان کو فتح کر لیا اور اپنے عدل وانصاف کے ذریعے سے لوگوں کے دل جیتے۔ چنانچہ اس امت کا اصل پیغام یہی ہے کہ خود بھی امن سے رہو اور لوگوں کو عدل وانصاف، امن وچین کا پیغام دو۔ لیکن کیا یہ اتحاد امت کے مفادات کا تحفظ کر سکتا ہے؟ اس میں تو پورے اسلامی ممالک بھی شامل نہیں ہیں۔ لہٰذا نہ اس میں امت مسلمہ کا مفاد ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا مفاد ہے۔ بلکہ ہر ملک اپنے مفاد کو لے کر بیٹھا ہوا ہے۔ جس چیز کو وہ دہشت گردی کہتے ہیں اس کے روٹ کاز کو ایڈریس ہی نہیں کیا گیا۔ یعنی اس پر کوئی بات ہی نہیں ہو رہی کہ دہشت گردی کیوں ہو رہی ہے۔ حالانکہ جن لوگوں کو یہ دہشت گرد قرار دیتے ہیں ان پر انہوں نے ظلم کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ جب مظلوم کی کوئی فریاد نہیں سنے گا اور نہ اس ظلم کا ازالہ ہوگا تو وہ ردعمل میں کچھ تو کرے گا ہی۔ اصل میں امت مسلمہ پہلے اپنے اندر عدل وانصاف کا نظام قائم کرے جہاں کسی پر کوئی ظلم نہ ہو۔ پھر اس کے باوجود اگر کوئی شخص نقصان کرتا ہے، کسی کی جان لیتا ہے، کوئی انتشار پھیلاتا ہے تو قرآن میں اس کے لیے سزا مقرر ہے، اس کے مطابق اس کو سزا دی جائے۔ لیکن پہلے آپ اسلام کا نظام تو قائم کر کے دنیا کو دکھا دیں۔ اس اتحاد میں جو بھی ریاستیں شامل ہیں ان میں سے ہر ایک کو پہلے یہ غور کرنا ہوگا کہ کہاں کہاں ظلم ہو رہا ہے، یا ہو چکا ہے، پہلے اس کا ازالہ کیا جائے۔ جبکہ اس اتحاد کے ٹی او آرز میں روہنگیا مسلمانوں، شام میں مظالم، انڈیا میں مسلمانوں پر مظالم کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا ہے۔ لہٰذا یہ اتحاد

> **امریکہ نے سلامتی کونسل کی اجازت کے بغیر عراق پر حملہ کیا اور لاکھوں انسان قتل کیے۔ کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟ اسی طرح بھارت کشمیر میں جو پیلٹ گن اور کیمیائی ہتھیار استعمال کر رہا ہے وہ کیا ہے؟**

اُمت مسلمہ کے مفادات کا تحفظ تو تب کرتا جب اس میں ان ساری چیزوں کو ایڈریس کیا جاتا۔

سوال: ریاض میں ہونے والے اجلاس میں کیا طے ہوا، کیا حقیقی ایجنڈا وہی ہے جو ظاہری طور پر اس اجلاس میں بتایا گیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ جو اتحاد بنا ہے اس کے دو محرکات ہیں۔ ایک سعودی عرب اور دوسرا مغرب۔ دونوں کے اپنے اپنے مفادات ہیں۔ سعودی عرب اپنی علاقائی بالادستی چاہتا ہے۔ خاص طور مسلم دنیا میں وہ علاقائی بالادستی چاہتا ہے۔ امریکہ اس کی حمایت اس لیے کر رہا ہے کہ وہ اس کی آڑ میں، دہشت گردی کا نام لے کر مختلف ممالک کو نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ اسی لیے ہمیں پہلے سمجھنا ہوگا کہ دہشت گردی ہے کیا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بھی ان کارروائیوں کو دہشت گردی قرار دیں گے جن میں بے گناہ عوام کا خون بہتا ہے۔ لیکن جو دہشت گردی ریاستی سطح پر ہوتی ہے اس کا کیا کریں گے؟ مثلاً امریکہ نے سلامتی کونسل سے اجازت لے کر افغانستان پر حملہ کیا اور سلامتی کونسل کی اجازت کے بغیر عراق پر حملہ کیا اور لاکھوں انسان قتل کیے۔ کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟ اسی طرح بھارت کشمیر میں جو پیلٹ گن استعمال کر رہا ہے اور اب جو کیمیائی ہتھیاروں کی بات آ رہی ہے وہ کیا ہے؟ کشمیری آزادی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ دہشت گردی ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے تو دہشت گردی کی بات کلیئر ہونی چاہیے۔ لیکن لگتا ہے کہ اس بات کو جان بوجھ کر کلیئر نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اندرونی ایجنڈا اور ہے اور ظاہری ایجنڈا اور ہے۔ ظاہری طور پر تو یہ کہا گیا ہے کہ اگر داعش کہیں عوامی سطح پر لوگوں کو مارتی ہے یا وہ کسی بلڈنگ کو تباہ کرتی ہے تو یہ واقعی دہشت گردی ہے۔ لیکن اس کو جواز بنا کر اگر آپ ریاستی دہشت گردی کریں تو وہ جائز ہے؟ لہٰذا اس اتحاد کے مقاصد میں بڑا تضاد ہے کہ بظاہر تو وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم دہشت گردی کے خلاف لڑ رہے ہیں لیکن اپنے ریاستی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے وہ خود بھی یہی کچھ کر رہے ہیں۔ سعودی عرب کا اس وقت ایران کے ساتھ علاقائی بالادستی کا مقابلہ چل رہا ہے اور اس علاقے میں اسرائیل وہ واحد قوت ہے جس سے نبٹنا وہ مشکل سمجھتا ہے لہٰذا وہ اسرائیل کے ساتھ اپنے تعلقات کو بہتر کر رہا ہے۔ جبکہ اسرائیل عرب ممالک میں اپنے اہداف کے حصول کی جدوجہد میں لگا ہوا ہے اور امریکہ اس کے خفیہ مقاصد کے لیے کام کر رہا ہے کہ مسلم ممالک کی ناکہ بندی کی جائے اور ان کو اس قابل نہ چھوڑا جائے کہ وہ کبھی بھی، کسی بھی سطح پر اسرائیل کا مقابلہ کر سکیں۔ لہٰذا خفیہ ایجنڈا یہ ہے کہ عربوں کو دوستی کے رنگ میں اسرائیل کے ماتحت کر دیا جائے۔ یعنی عالم عرب کو اسرائیل کی کالونی بنا دیا جائے اور گریٹر اسرائیل کے لیے حالات پیدا کیے جائیں۔ حالات یہ بتا رہے ہیں کہ کسی وقت بھی اسرائیل لبنان یا ایران پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔

سوال: کیا یہ اتحاد امت مسلمہ کو مزید تقسیم کرنے کا باعث تو نہیں بنے گا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آپ کی بات بالکل درست ہے۔ مغرب کو امت مسلمہ سوٹ ہی نہیں کرتی۔ امت مسلمہ کے حصے بخرے انہوں نے خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے ساتھ ہی کر دیے تھے۔ سوال یہ ہے کہ جو ممالک اس اتحاد میں شامل ہیں کیا ان میں آپس میں اتحاد ہے؟ کیا پاکستان اور بنگلہ دیش ایک پلیٹ فارم پر ہیں؟ بنگلہ دیش کی حکومت جن لوگوں کو دہشت گرد قرار دے کر پھانسی پر لٹکا رہی ہے کیا پاکستان ان کو دہشت گرد مانتا ہے؟ یعنی اصل میں یہ ممالک خود ایک پلیٹ فارم پر نہیں ہیں۔ بے شک انہوں نے ایک

اتحاد بنالیا ہے لیکن ان کے دل آپس میں جڑ نہیں سکتے۔

سوال: دیگر عالمی قوتیں مثلاً روس اور چین اس اتحاد کو کیسے دیکھتی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: مسلمانوں کے اسلامی نظام کو امریکہ کی طرح نہ چائنہ پسند کرے گا اور نہ روس۔ یہ قوتیں کبھی نہیں چاہیں گی کہ اسلامی نظام باقاعدہ کسی جگہ نافذ ہو جائے۔ لیکن اس اتحاد میں شامل ممالک آپس میں متحد نہیں ہیں اور یہ اتحاد مسلمانوں کے درمیان مزید انتشار کا باعث بن سکتا ہے۔ جب اپنے لوگوں کو مارنے کا کہا جائے گا تو ظاہر ہے اس سے انتشار پیدا ہوگا۔ اصل میں چائنہ اور روس کی پالیسی یہ ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ دنیا میں دہشت گردی ہو، اور نہ وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی نظام قائم ہو لیکن وہ امریکہ کے اس طریقۂ کار کے خلاف ہیں جو وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اختیار کیے ہوئے ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف کارروائیاں بھی ہوں اور امریکہ بھی دور رہے۔ یعنی امریکہ اس بہانے سے عالمی سطح پر کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اسی وجہ سے یہ خبریں آرہی ہیں کہ روس افغان طالبان کی مدد کر رہا ہے کیونکہ روس یہ سمجھ رہا ہے کہ کہیں امریکہ کا قبضہ افغانستان پر مکمل نہ ہو جائے، حالانکہ روس اپنے علاقوں میں جہاں مسلمان ہیں وہاں ان کو دبا رہا ہے۔ لہٰذا اصل بات یہ ہے کہ روس اور چائنہ اس اتحاد کی حمایت اس لیے کر رہے ہیں تاکہ امریکہ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔

سوال: علاقائی مسلم ممالک مثلاً قطر، ایران، لبنان، شام اور عراق اس اتحاد کے حوالے سے آن بورڈ دکھائی نہیں دیتے اُن پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ نیز اسرائیل جو اس علاقے کا غیر مسلم ملک ہے اس کا ردعمل کیا ہوگا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: فی الحال ایسے آثار تو نہیں ہیں لیکن پھر بھی یہ ساری پلاننگ اسرائیل کو محفوظ کرنے کی ہو رہی ہے۔ اسرائیل کے مقابلے میں مصر، شام اور لبنان تھے۔ شام تو مکمل تباہی کے دہانے پر پہنچا ہوا ہے جبکہ مصر کی صورت حال بھی آپ کے سامنے ہے۔ لہٰذا اسرائیل کے پڑوس والی اپوزیشن ختم ہو چکی ہے اور وہ اس لحاظ سے محفوظ ہو گیا ہے۔ البتہ ایران اس علاقے میں ایک ایسا ملک ہے جس کی سعودی عرب کے ساتھ نہیں بنتی۔ خاص طور پر یمن کی صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ مغرب کی کوشش یہی ہے کہ شیعہ سنی فساد شروع ہو۔ سعودیہ ایران کشیدگی سے شیعہ سنی عناد میں کافی شدت بھی آئی ہے لیکن یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ ہمارے سنی اور شیعہ طبقات اس سازش کو سمجھ چکے ہیں اور یہاں پر اس شدت میں کمی آنی شروع ہوئی ہے۔ اسی طرح ایران بھی بڑی عقلمندی کا ثبوت دے رہا ہے کہ اس نے اس اتحاد کے خلاف کوئی واضح ردعمل ظاہر نہیں کیا حالانکہ نظر یہی آرہا تھا کہ شاید یہ اس کے خلاف سنی اتحاد بن رہا ہے۔ لیکن اگر مغرب شیعہ سنی فساد کروانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو یہ اس اُمت کے لیے بہت بڑا دھچکا ہوگا۔

سوال: امریکہ کے وزیر دفاع کے دورۂ پاکستان پر کچھ تبصرہ کریں؟

ایوب بیگ مرزا: امریکہ اور پاکستان کا تعلق روز اول سے کچھ اس طرح کا ہے کہ یہاں ہر امریکی کا دورہ بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ امریکہ کے وزیر دفاع جیمز میٹس پاکستان آئے۔ امریکہ میں انہیں ''میڈ ڈاگ'' کہتے ہیں۔ بظاہر یہ ڈراؤنا نام ہے لیکن انہوں نے یہاں آکر کوئی ایسا ڈراؤنا بیان نہیں دیا۔ پاکستان نے بھی اس کا مناسب جواب دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستانی انتظامیہ نے اس کے ساتھ اصولی رویہ اپنایا ہے کہ نہ اس کو کوئی پروٹوکول دیا اور نہ اس کے سامنے جھکے ہیں۔ یہ اس لحاظ سے اچھا ہے تاکہ ان کو پیغام جائے کہ آپ ہمیں ڈکٹیٹ نہ کریں۔ پاکستان نے اپنی طرف سے بھارتی دراندازی اور دہشت گردی کی پشت پناہی کا مسئلہ سامنے رکھا ہے اور باقاعدہ یہ کہا ہے کہ آپ انڈین رول کو افغانستان میں ختم کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا مطالبہ ہے جو امریکہ کبھی نہیں مانے گا۔ لیکن جیمز میٹس کا بھی ایسا ری ایکشن سامنے نہیں آیا کہ اس نے کوئی غصہ کا انداز اپنایا ہو، لیکن سی آئی اے کے چیف مائیک پمپیو نے جو بڑا خوفناک بیان دیا ہے کہ پاکستان یہ بات سمجھے کہ ہم کسی وقت بھی پاکستان کے خلاف کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اس دھمکی کے ساتھ اس نے پاکستان کو دہشت گردوں کا ٹھکانہ بھی قرار دیا ہے۔ اس سے امریکہ کے دو رُخ ہمارے سامنے آئے ہیں۔ لہٰذا امریکہ کے بارے میں ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ دوستی کے روپ میں آئے یا مخالف کے طور پر سامنے آئے دونوں صورتوں میں اس کا رول ہمیشہ پاکستان کے لیے دشمنی کا رول ہوگا۔ امریکہ کبھی ہمارا دوست نہیں بنے گا۔

سوال: حقیقی معنوں میں ملت اسلامیہ کی مشترکہ فوج کا رول کیا ہونا چاہیے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: یہ خوش آئند بات ہے۔ ہمیں اس کی تعریف کرنی چاہیے کہ اسلامی ممالک متحد ہوں اور اپنے مسائل خود ڈسکس کریں۔ اس اتحاد کا صحیح رول یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے اس میں واضح کیا جائے کہ انفرادی دہشت گردی کیا ہے اور سٹیٹ دہشت گردی کیا ہے؟ بنگلہ دیش اور انڈیا میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے کیا وہ ریاستی دہشتگردی نہیں ہے؟ لہٰذا امت مسلمہ کا جو اتحاد ہو اس میں دہشت گردی کے روٹ کاز کو بھی ایڈریس کیا جانا چاہیے۔ جس کی بنیاد پر وہ اتحاد پائیدار ہوگا اور اس کے مقاصد بھی زمینی حقائق سے مطابقت رکھیں گے اور اس کا امت مسلمہ کو فائدہ بھی ہوگا۔

ایوب بیگ مرزا: اس اتحاد کو ہمارے اسلامی نظریہ سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارا نظریہ قرآن وسنت کے مطابق بالکل واضح ہے۔ لہٰذا جو نظریہ قرآن وسنت کا ہے وہی صحیح نظریہ ہے۔ اس سے کسی بھی صورت میں انحراف نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کو پروموٹ کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میڈیا نے بہت سے معاملات میں بہت زیادہ منفی رول ادا کیا ہے، لہٰذا اس اتحاد کو چاہیے کہ وہ پہلے اس کے منفی رول کو ختم کرے۔ جہاں تک فنانسنگ کا معاملہ ہے تو ناجائز فنانسنگ بند ہونی چاہیے، ہم بھی اس عمل کی حمایت کرتے ہیں لیکن اس کی آڑ میں لوگوں کی دوسری ٹرانزکشن پر کوئی حرف نہیں آنا چاہیے۔ ان کو ہر ملک کے متعلق فیصلہ میرٹ کے مطابق کرنا چاہیے۔ اسلام کا کیچ ورڈ عدل ہے لہٰذا اگر سعودی عرب سمجھتا ہے کہ ایران فلاں معاملے میں حق پر ہے تو ہونا یہ چاہیے کہ تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر سعودی عرب ایران کی حمایت کرے۔ اسلام انصاف کا قائل ہے، عدل کا قائل ہے۔ اگر آپس میں کوئی جھگڑا ہوا، یا کسی اسلامی ملک کا کسی غیر مسلم ملک سے جھگڑا ہو بہرصورت عدل وانصاف کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ جس طرح قرآن پاک ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اگر دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرانے کی کوشش کی جائے اور اگر وہ صلح نہ کریں تو پھر دیکھا جائے کہ حق پر کون ہے؟ جو حق پر ہو اس کے ساتھ مل کر جو حق پر نہ ہو اس کے خلاف جنگ کی جائے۔ اگر اس اصول کو اپنایا جائے گا تو یہ اتحاد کامیاب اور کامران ہوگا اور اس کے فوائد بھی ہوں گے؟

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

جہاں سے گرا تھا میں......!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

فتنۂ دجال ایک قدم اور آگے بڑھا۔ ٹرمپ کا بیت المقدس، اسرائیل کا دارالخلافہ تسلیم کرنے کا اعلان! ٹرمپ کی صدارت تیزی سے وہ اقدامات کر رہی ہے جو نسبتاً مہذب، رکھ رکھاؤ والے مدبر امریکی سیاست دانوں کے بس کا روگ نہیں تھا۔ کمی تو بش، اوباما، ہیلری نے بھی نہ کی تھی۔ مسلم دنیا کی اینٹ سے اینٹ بجا ڈالنے کے سارے اقدامات انہی ادوار میں ہوئے۔ مگر مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ پر ہاتھ ڈالنے اور شرم وحیا، عالمی قوانین واقدار کے چیتھڑے اڑانے کا حوصلہ وہ نہ کر پائے۔ شروعات تو وہیں ہوگئی تھیں جب ٹرمپ ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے نمائندہ حکمرانوں کا منہ چڑاتے ہوئے ریاض کانفرنس میں شاہ سلمان کے ساتھ تلوار بدست رقص کناں ہوا۔ (کانفرنس کی سربراہی کے بعد) وہی تلوار جو کبھی الذوالفقار تھی اسد اللہ سیدنا علی ؓ کے ہاتھ میں وہ تلوار جو کبھی سیف اللہ کہلائی فاتح یمامہ شام وعراق خالد بن ولید ؓ کے ہاتھ میں۔ اب منظر بدل گیا امت، جہاد کو دہشت گردی قرار دینے اور اس کے خلاف تمام مسلم فوجوں کے اتحاد کا سامان کیے دجالی لشکر کے سرخیل ٹرمپ سے کندھا جوڑے کھڑی تھی۔ حرمین کے پاسبانوں کی دوستی ٹرمپ کے یہودی داماد کشنر کے ذریعے پختہ ہوگئی تو ٹرمپ نے وہ انتہائی قدم اٹھا لیا ہے جو مشرق وسطیٰ کی تاریخ میں دور رس نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ در پردہ عرب ومسلم ممالک کے اسرائیل سے خفیہ روابط اور امریکی غلامی میں ساری حدیں پار کر جانے کا یہ منطقی نتیجہ ہے۔ ٹرمپ کو منہ دکھائی اور سلامیاں دیتے دیتے، امت کے مفادات کی سوداگری کرتے قبلۂ اول بھی بیچ ڈالا۔ وہ قدم جسے اٹھانے کی ہمت تمام تر انتخابی وعدوں کے باوجود کوئی امریکی صدر نہ کر سکا، اول جلولیت کی آڑ میں ٹرمپ کر گزرا۔ اب بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کے پہلو میں امریکی سفارت خانہ (دجال کا ہیڈ کوارٹر) تعمیر ہوگا۔ گریٹر اسرائیل کا ایجنڈا دن دوگنی رات چوگنی رفتار پر رواں دواں ہے۔

اقوام متحدہ نے یروشلم کو عالمی نگرانی میں (تینوں ابراہیمی ادیان میں اس کی اہمیت کے پیش نظر) علیحدہ حیثیت میں رکھا تھا۔ 1948ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل نے مغربی یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ 1967ء میں شام، مصر، اردن کے خلاف جنگ کے نتیجے میں اسرائیل مشرقی یروشلم پر بھی قابض ہو گیا۔ بین الاقوامی طور پر اس قبضے کو تسلیم نہ کیا گیا اور مشرقی یروشلم کو لازماً فلسطینی ریاست کا دارالخلافہ بننا تھا جسے عالمی تائید (بشمول امریکہ) حاصل تھی۔ مشرقی حصے پر اسرائیلی قبضہ غیر قانونی تھا۔ سکیورٹی کونسل نے 1980ء میں قرارداد نمبر 478 کے ذریعے اسرائیل کے یروشلم کو یکجا کر کے دارالخلافہ قرار دینے کو کلیتاً مسترد کر دیا تھا۔ اسی لیے اب تک تمام سفارت خانے تل ابیب میں ہیں۔ مشرقی یروشلم میں 4 لاکھ 20 ہزار فلسطینی آباد ہیں۔ ان کے پاس صرف اسرائیل کے رہائشی شناختی کارڈ ہیں اور عارضی اردنی پاسپورٹ۔ اپنی ہی سرزمین، جائے پیدائش میں یہ فلسطینی قانونی طور پر معلق، بلا ریاست ہیں۔ نہ اردنی، نہ اسرائیلی، نہ فلسطینی شہریت میسر ہے۔ مغربی کنارے کے 30 لاکھ فلسطینی بیت المقدس میں داخلے اور سجدے سے بھی محروم ہیں۔

اسی مشرقی یروشلم میں 2 لاکھ یہودی قابض ہیں فلسطینی سرزمین پر قلعہ نما (غیر قانونی) بستیاں بسائے فوج اور پولیس کے تحفظ میں۔ یاد رہے کہ فلسطین پر غاصبانہ قبضے کے بعد اسے 1947ء میں اصلاً 55 فیصد یہودیوں کو اور 45 فیصد فلسطینیوں کو دیا گیا تھا، جواب گھٹ گھٹ کر اک جوئے کم آب رہ گیا ہے فلسطینیوں کے لیے۔ پورے دنیا میں مہاجر بنا کر پھینک دیے گئے۔ اس تابوت کی آخری کیل اسرائیل فلسطین تنازعے میں اب ٹرمپ نے ٹھونک دی ہے۔ اب تک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام اور مشرقی یروشلم کو اس کا دارالخلافہ بنا دینے کا جو لارا لپا لگا رکھا تھا، وہ دھندلا سا خواب بھی سراب ثابت ہوا۔ اس اعلان پر چھوٹے فلسطینی بچے، عورتیں تک غم وغصے کی تصویر بنے سڑکوں پر نکل آئے۔ حماس کے لیڈر اسماعیل ہانیہ نے اسے اعلان جنگ قرار دیا۔ کہا کہ یہ آگ سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ اس کے شدید اثرات پورے خطے پر مرتب ہوں گے۔ پہلے ہی جبر تشدد، انخلاء اور بے وطنی کے مارے فلسطینیوں کا سبھی کچھ لوٹ لیا گیا ہے۔ امریکہ نے اعلان کرتے ہوئے اسرائیل کو یہ پیغام بھی دیا کہ وزیر اعظم اپنے سرکاری ردعمل کو ذرا دھیما ہی رکھیں۔ (زیادہ اچھلنے، خوشیاں دکھانے کی ضرورت نہیں) ادھر مشرق وسطیٰ ودیگر مسلم حکمرانوں کو اپنے عوام کے جذبات کی پاسداری کی خاطر احتجاجی بیانات دینے پڑ رہے ہیں۔ وگرنہ یہ معاملات اس نہج پر بلاوجہ تو استوار نہیں ہو گئے!

ذرا تاریخ کے اوراق پلٹ کر بیت المقدس کی اہمیت وحیثیت اور امت مسلمہ کے لیے اس کا مقام ملاحظہ ہو! خاتم الانبیاء محمد عربی ﷺ روئے زمین پر خالق و فرمانروائے کائنات کے آخری پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث ہوئے۔ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے منبع ہدایت بنائے جانے کی تربیت کے لیے اللہ نے آپ ﷺ کو جو غیر معمولی سفر کروایا وہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک زمینی طور پر ہوا۔ بیت المقدس میں انبیاء کی نماز میں امامت کروائی۔ یہاں سے عالم بالا کا سفر، رب تعالیٰ کے دربار میں حاضری اور اس کی قدرت کی عظیم نشانیاں نبی صادق وامین ﷺ کو عطا ہوئیں۔ یہ چشم سر دیکھ کر عین الیقین (جنت و دوزخ ملائکہ) حاصل ہوا۔ یہ شاہی سفر براق پر مسجد اقصیٰ تک ہوا۔ بیت المقدس انبیاء ورسل کا شہر۔ قبۃ الصخرۃ وہ مقام جہاں سے معراج کی بنا پر عبدالملک بن مروان نے گنبد تعمیر کروایا۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ مدینہ ہجرت کے بعد تحویل قبلہ کا حکم (2ھ) آنے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ تمام انبیاء کی وراثت نبی کریم ﷺ کے ذریعے اس امت کے حصے میں آئی۔ سو قبلۂ اول کی حیثیت مسلمانوں کے لیے حرمین شریفین کے ساتھ گہری، جذباتی، ایمانی وابستگی کا درجہ رکھتی ہے۔

بیت المقدس حضرت عمرو بن العاص ؓ کے طویل محاصرہ کے نتیجے میں فتح ہوا۔ توریت کی پیشین گوئیوں کے تناظر میں سیدنا عمر ؓ کے ہاتھ چابیاں تھمانے اور صلح کا معاہدہ لکھنے کا مطالبہ بیت المقدس کے پادری کی طرف سے ہوا۔ یہ وہ معرکۃ الآراء داستان ہے کہ جس میں قیصر وکسریٰ کے محلات اور تخت وتاج کو جس کی فوجوں نے روندا تھا، سپر پاوروں کے فاتح عمر بن خطابؓ ستوؤں کا ایک تھیلا، ایک اونٹ، غلام اور لکڑی کا پیالہ ہمراہ لیے عازم

سفر ہوئے۔ نمدے کا کرتا پہنے بیت المقدس میں یہ فاتح یوں داخل ہوا کہ اپنی باری پر سیدنا عمرؓ اونٹ کی مہار تھامے تھے، غلام اونٹ پر سوار تھا۔ کرتے پر 14 پیوند تھے۔ راستے میں جب سیدنا عمرؓ کو لباس بدلنے کی طرف متوجہ کیا گیا تو حقیقی عزت کے حامل نے فرمایا: ''اللہ نے تمہیں اسلام سے عزت بخشی ہے (لباس میں عزت نہیں رکھی!) اس کو چھوڑ کر دوسری چیزوں سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو ذلیل ہو کر رہ جاؤ گے۔''

آج ہم اس کے چشم دید گواہ ہیں۔ ٹرمپ جیسے کے ہاتھوں حقیر ہوتے، بری بدھوں اور مودی جیسے کے ہاتھوں مسلمانوں پر مظالم کی انتہائیں دیکھتی ڈیڑھ ارب بے بس، امت۔ السیسی، ولی عہد، کمر لچکاتے ایٹمی ملک وملت کے مفادات بیچتے مشرف سے لے کر اب رقص کے نئے انداز دکھاتے امیدواران حکومت زرداری اور بلاول تک! فاتح ومحافظ بیت المقدس صلاح الدین ایوبیؒ جس نے اپنی پوری جوانی بیت المقدس پر تج دی۔ چشم تصور سے اسے بھی تو دیکھئے۔ وہ آخری معرکہ جس کے بعد 1947ء تک کوئی کافر قدس کو میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکا، وہ کن قربانیوں، جاں نثاریوں اور مشقتوں کا حاصل تھی۔ اور بالآخر چرڈ کے مقابل مسجد اقصیٰ کے مصلے پر سجدہ ریز صلاح الدین کی آنسوؤں سے تر داڑھی اور سجدہ گاہ نے وہ فتح پائی تھی جو ساڑھے سات سو سال پر محیط رہی۔

اس دوران خلافت عثمانیہ شیروں کی طرح بیت المقدس کی محافظ بنی۔ سلطان عبدالحمید دوئم کو بار بار یہودیوں نے ہر طرح کے لالچ، دباؤ ڈال کر یروشلم میں قدم رکھنے کی اجازت چاہی۔ 1901ء میں یہودی بینکار 3 کروڑ ترکی سونے کے سکوں (ودیگر ترغیبوں) کے عوض یروشلم کے قریب رہائشی کالونیوں کی منت سماجت کرتے رہے، جس پر ڈانٹ کہلوادی (ملنے سے بھی انکار)...... یہودی اپنا پیسہ اپنے پاس رکھیں، عثمانی کبھی دشمنوں کے مال سے کھڑے کئے گئے محلات میں پناہ نہیں لیں گے۔ دوبارہ جرأت مت کرنا! یہود نے بھی ہمت نہ ہاری۔ تھیوڈور ہرٹزل بانی صہیونیت اسی سال پہلے سے بڑھ کر مال ودولت بھری پرکشش پیش کشیں لے کر آیا۔ سلطان نے ملنے سے انکار کر دیا۔ کہلوایا کہ اس منصوبے کو ترک کر دو۔ میں اس سرزمین کی مٹھی بھر خاک بھی تمہارے حوالے نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ میری ملکیت نہیں ہے، یہ پوری امت مسلمہ کی ہے۔ امت نے اس سرزمین کے لیے جہاد کیا اور اسے اپنے خون سے سینچا ہے۔ یہودی اپنی دولت اور لاکھوں کروڑوں اپنے پاس رکھیں۔ جس دن خلافت ختم ہو گئی اس دن وہ بلاقیمت فلسطین پا لیں گے۔ جب تک میں زندہ ہوں میں اپنے سینے میں تلوار گھونپ لوں گا مگر فلسطین کی سرزمین کاٹ کر یہودیوں کو دینا گوارا نہ کروں گا۔ یہ ناممکن ہے!

اور پھر سیکولر ینگ ٹرکس تحریک، اتاترک اور یہودیوں کی سازش سے سلطان عبدالحمید رخصت ہوئے۔
ع چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا۔ یوں سرزمین فلسطین پر یہود کے قبضے کی راہ ہموار ہوئی۔ اسی لیے آج دنیا کے منظر نامے سے جہاد، خلافت کو شجر ہائے ممنوعہ قرار دے دیا گیا۔ یہی افغانستان پر حملے کی اصل وجہ تھی کہ وہ مرکز جہاد، صلاح الدین کے بیٹوں، خلافت کی نشاۃ ثانیہ کی سرزمین تھی۔ بدترین اصطلاحوں میں لپیٹ کر فکری زہر مسلمانوں کے رگ وریشے میں اتار دیا۔ یہاں تک کہ جھوٹی نبوت (برائے خاتمہ جہاد) کے پیرد کار قادیانی وفد کو رابطہ عالم اسلامی نے اپنی کانفرنس میں مدعو کیا۔ ٹرمپ کے جلو میں پوری امت دہشت گردی کا پہاڑہ پڑھتی لیفٹ رائٹ کرتی کمربستہ ہے۔ ہر باعمل مسلمان کے درپے! خلافت کفار سے بڑھ کر مسلمان کے حلق میں پھنستی ہے!

حیرت نہ کر بدن کو مرے چور دیکھ کر
ان رفعتوں کو دیکھ جہاں سے گرا تھا میں

Quran Academy Alumni

(وابستگانِ رجوع الی القرآن کورس)

ممبر شپ فارم

نام: ____________ ولدیت: ____________

تاریخ پیدائش: ____________ تعلیم: ____________

پتہ: ____________

موبائل: ____________ ای میل: ____________

واٹس ایپ نمبر: ____________ لینڈ لائن نمبر: ____________

رجوع الی القرآن کورس (پارٹ 1) سیشن: ____________

رجوع الی القرآن کورس (پارٹ 2) سیشن: ____________

جزوقتی/مکمل شرکت: ____________

چار اہم جماعتوں کے نام (1) ____________ (2) ____________

(3) ____________ (4) ____________

رجوع الی القرآن تحریک کی مناسبت سے آپ کی مصروفیات/مشاغل (مختصراً)

____

نوٹ: تعلیمی وابستگان کو مرکزی انجمن کی اعزازی ممبر شپ جاری کی جائے گی۔

ڈونیشن ____________ (کم از کم -/100 روپے ماہانہ)

مرکزی انجمن خدام القرآن، 36 کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

ای میل: irts@tanzeem.org —— واٹس ایپ: 0322-4371473

نوٹ: سابقہ کسی بھی سال/سیشن میں قرآن اکیڈمی لاہور سے رجوع الی القرآن کورس پارٹ (1) یا پارٹ (2) میں شرکت کرنے والے حضرات (صرف مرد) سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا فارم پُر کر کے اوپر دیے گئے ای میل ایڈریس یا موبائل نمبر پر بھیج دیں۔ شکریہ!

نبی اکرم ﷺ بحیثیت مدبر اور ماہر سیاست

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا نادر خطاب

نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لیے جو دین بھیجا، وہ جس طرح ہماری انفرادی زندگی کا دین ہے، اسی طرح ہماری اجتماعی زندگی کا بھی دین ہے۔ جس طرح وہ عبادت کے طریقے بتاتا ہے، اسی طرح وہ سیاست کے آئین بھی سکھاتا ہے اور جتنا تعلق اس کا مسجد سے ہے، اتنا ہی تعلق اس کا حکومت سے بھی ہے۔

اس دین کو ہمارے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو بتایا اور سکھایا بھی۔ اور ایک وسیع ملک کے اندر اس کو عملاً جاری ونافذ بھی کر دیا، اس وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی زندگی جس طرح بحیثیت ایک مزکّی نفوس اور ایک معلم اخلاق کے ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہے، اسی طرح بحیثیت ایک ماہر سیاست اور ایک مدبر کامل کے بھی اسوہ اور مثال ہے۔

ذیل میں حضور ﷺ کی زندگی کے اسی پہلو سے متعلق چند باتیں میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

نئی شیرازہ بندی

آپ میں سے ہر شخص واقف ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب قوم سیاسی اعتبار سے ایک نہایت پست حال قوم تھی۔ مشہور مورخ علامہ ابن خلدون نے تو ان کو ان کے مزاج کے اعتبار سے بھی ایک بالکل غیر سیاسی قوم قرار دیا ہے۔ ممکن ہے ہم میں بعض لوگوں کو اس رائے سے پورا پورا اتفاق نہ ہو، تاہم اس حقیقت سے تو کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اہل عرب اسلام سے پہلے اپنی پوری تاریخ میں کبھی وحدت اور مرکزیت سے آشنا نہ ہوئے، بلکہ ہمیشہ ان پر نراج اور انارکی کا تسلط رہا۔ پوری قوم جنگجو اور باہم نبرد آزما قبائل کا ایک مجموعہ تھی جس کی ساری قوت وصلاحیت خانہ جنگیوں اور آپس کی لوٹ مار میں برباد ہوتی تھی۔ اتحاد، تنظیم، شعور، قومیت اور حکم و اطاعت وغیرہ جیسی چیزیں جن پر اجتماعی اور سیاسی زندگی کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں، ان کے اندر یکسر مفقود تھیں۔ ایک خاص بدویانہ حالت پر صدیوں تک زندگی گزارتے گزارتے ان کا مزاج نراج پسندی کے لیے اتنا پختہ ہو چکا تھا کہ ان کے اندر وحدت و مرکزیت پیدا کرنا ایک امر محال بن چکا تھا۔ خود قرآن نے ان کو قَوْمًا لُّدًّا کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے جس کے معنی جھگڑالو قوم کے ہیں۔ اور ان کی وحدت وتنظیم کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ (الانفال:63) ''اگر تم زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے جب بھی ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ نہیں سکتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ نے 23 سال کی قلیل مدت میں اپنی تعلیم وتبلیغ سے اس قوم کے مختلف عناصر کو اس طرح جوڑ دیا کہ یہ پوری قوم ایک بنیان مرصوص بن گئی۔ یہ صرف متحد اور منظم ہی نہیں ہوگئی، بلکہ اس کے اندر سے صدیوں کے پرورش پائے ہوئے اسباب نزاع واختلاف بھی ایک ایک کر کے دور ہو گئے۔ یہ صرف اپنے ظاہر ہی میں متحد و مربوط نہیں ہوگئی، بلکہ اپنے باطنی عقائد ونظریات میں بھی بالکل ہم آہنگ و ہم رنگ ہوگئی۔ یہ صرف خود ہی منظم نہیں ہوگئی، بلکہ اس نے پوری انسانیت کو بھی اتحاد وتنظیم کا پیغام دیا۔ اور اس کے اندر حکم واطاعت دونوں چیزوں کی ایسی اعلیٰ صلاحیتیں ابھر آئیں کہ صرف استعارے کی زبان میں نہیں، بلکہ واقعات کی زبان میں یہ قوم شتربانی کے مقام سے جہاں بانی کے مقام پر پہنچ گئی۔ اور اس نے بلا استثنا دنیا کی ساری ہی قوموں کو سیاست اور جہاں بانی کا درس دیا۔

اصلاح معاشرہ کی بنیاد

اس تنظیم وتالیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک بالکل اصولی اور انسانی تنظیم تھی۔ اس کے پیدا کرنے میں حضور ﷺ نے نہ تو قومی، نسلی، لسانی اور جغرافیائی تعصبات سے کوئی فائدہ اٹھایا، نہ قومی حوصلوں کی انگیخت سے کوئی کام لیا، نہ دنیوی مفادات کا کوئی لالچ دلایا، نہ کسی دشمن کے ہوّے سے لوگوں کو ڈرایا۔ دنیا میں جتنے بھی چھوٹے بڑے مدبر اور سیاست دان گزرے ہیں، انھوں نے ہمیشہ اپنے سیاسی منصوبوں کی تکمیل میں انھی محرکات سے کام لیا ہے۔ اگر حضور ﷺ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے تو یہ بات آپ ﷺ کی قوم کے مزاج کے بالکل مطابق ہوتی، لیکن آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ ان چیزوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ ان میں سے ہر چیز کو ایک فتنہ قرار دیا اور ہر فتنہ کی خود اپنے ہاتھوں سے بیخ کنی فرمائی۔

آپ ﷺ نے اپنی قوم کو صرف خدا کی بندگی اور اطاعت، عالم گیر انسانی اخوت، ہمہ گیر عدل وانصاف، اعلائے کلمة اللہ اور خوف آخرت کے محرکات سے جگایا۔ یہ سارے محرکات نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ تھے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کی مساعی سے دنیا کی قوموں میں صرف ایک قوم کا اضافہ نہیں ہوا، بلکہ ایک بہترین امت ظہور میں آئی جس کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے:

﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

(آل عمران:110)

''تم دنیا کی بہترین امت ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے اٹھائے گئے ہو۔''

ہر قیمت پر اصولوں کی پاسداری

حضور ﷺ کی سیاست اور تدبر کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ جن اصولوں کے داعی بن کر اٹھے اگرچہ وہ، جیسا کہ میں نے عرض کیا، فرد، معاشرہ اور قوم کی ساری زندگی پر حاوی تھے، انفرادی واجتماعی زندگی کا ہر گوشہ ان کے احاطہ میں آتا تھا، لیکن آپ ﷺ نے اپنے کسی اصول کے معاملہ میں کبھی کوئی لچک قبول نہیں فرمائی۔ نہ دشمن کے مقابل میں، نہ دوست کے مقابل میں۔ آپ ﷺ کو سخت سے سخت حالات سے سابقہ پیش آیا۔ ایسے سخت حالات سے کہ لوہا بھی ہوتا تو ان کے مقابل میں نرم پڑ جاتا۔ لیکن آپ ﷺ کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی سختی سے دب کر، کسی اصول کے معاملہ میں کوئی سمجھوتا گوارا نہیں فرمایا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے سامنے پیش کشیں بھی کی گئیں اور آپ ﷺ کو مختلف قسم کی دینی اور دنیوی مصلحتیں بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی، لیکن ان چیزوں میں سے بھی کوئی چیز آپ ﷺ کو متاثر یا مرعوب نہ کر سکی۔ چنانچہ آپ ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہر بات اپنی جگہ پر پتھر کی لکیر کی طرح ثابت و قائم تھی۔ دنیا کے مدبروں اور سیاست دانوں میں سے کسی ایسے مدبر اور سیاست دان کی نشاندہی

آپ نہیں کر سکتے جو اپنے دو چار اصولوں کو بھی دنیا میں برپا کرنے میں اتنا مضبوط ثابت ہو سکا ہو کہ اس کی نسبت یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ اس نے اپنے کسی اصول کے معاملہ میں کمزوری نہیں دکھائی یا کوئی ٹھوکر نہیں کھائی۔ لیکن حضور ﷺ نے ایک پورا نظام زندگی کھڑا کر دیا جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے زمانہ کے مذاق اور رجحان سے اتنا بے جوڑ تھا کہ وقت کے مدبرین اور ماہرین سیاست اس انوکھے نظام کے پیش کرنے کے سبب سے حضور ﷺ کو (نعوذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے، لیکن حضور ﷺ نے اس نظام زندگی کو عملاً دنیا میں برپا کر کے ثابت کر دیا کہ جو لوگ حضور ﷺ کو دیوانہ سمجھتے تھے، وہ خود دیوانے تھے۔

صرف یہی نہیں کہ حضور ﷺ نے کسی ذاتی مفاد یا مصلحت کی خاطر اپنے کسی اصول میں کوئی ترمیم نہیں فرمائی، بلکہ اپنے پیش کردہ اصولوں کے لیے بھی اپنے اصولوں کی قربانی نہیں دی۔ اصولوں کے لیے جانی اور مالی اور دوسری تمام محبوبات کی قربانی دی گئی، ہر طرح کے خطرات برداشت کیے گئے اور ہر طرح کے نقصانات گوارا کیے گئے، لیکن اصولوں کی ہر حال میں حفاظت کی گئی۔ اگر کوئی بات صرف کسی خاص مدت تک کے لیے تھی تو اس کا معاملہ اور تھا، وہ اپنی مدت پوری کر چکنے کے بعد ختم ہو گئی یا اس کی جگہ اس سے بہتر کسی دوسری چیز نے لے لی، لیکن باقی رہنے والی چیزیں ہر حال میں اور ہر قیمت پر باقی رکھی گئیں۔ آپ ؐ کو اپنی پوری زندگی میں یہ کہنے کی نوبت کبھی نہیں آئی کہ میں نے دعوت تو دی تھی فلاں اصول کی، لیکن اب حکمت عملی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو چھوڑ کر اس کی جگہ پر فلاں بات بالکل اس کے خلاف اختیار کر لی جائے۔

اصولی سیاست

حضور ﷺ کی سیاست اس اعتبار سے بھی دنیا کے لیے ایک نمونہ اور مثال ہے کہ آپ ؐ نے سیاست کو عبادت کی طرح ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھا۔

آپ جانتے ہیں کہ سیاست میں وہ بہت سی چیزیں مباح، بلکہ بعض صورتوں میں مستحسن سمجھی جاتی ہیں جو شخصی زندگی کے کردار میں مکروہ اور حرام قرار دی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی کسی ذاتی غرض کے لیے جھوٹ بولے، چال بازیاں کرے، عہد شکنیاں کرے، لوگوں کو فریب دے یا ان کے حقوق غصب کرے تو اگرچہ اس زمانے میں اقدار اور پیمانے بہت کچھ بدل چکے ہیں۔ تاہم اخلاق بھی ان چیزوں کو معیوب ٹھہراتا ہے، اور قانون بھی ان باتوں کو جرم قرار دیتا ہے۔ لیکن اگر ایک سیاست دان اور ایک مدبر یہی سارے کام اپنی زندگی میں اپنی قوم یا اپنے ملک کے لیے کرے تو یہی سارے کام اس کے فضائل و کمالات میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کی زندگی میں بھی اس کے اس طرح کے کارناموں پر اس کی تعریفیں ہوتی ہیں اور مرنے کے بعد بھی اپنے انہی کمالات کی بنا پر وہ اپنی قوم کا ہیرو سمجھا جاتا ہے۔ سیاست کے لیے یہی اوصاف و کمالات عرب جاہلیت میں بھی ضروری سمجھے جاتے تھے اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جو لوگ ان باتوں میں شاطر ہوتے، وہی لوگ ابھر کر قیادت کے مقام پر آتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی سیاسی زندگی سے دنیا کو یہ درس دیا کہ ایمان داری اور سچائی جس طرح انفرادی زندگی کی بنیادی اخلاقیات میں سے ہے، اسی طرح اجتماعی اور سیاسی زندگی کے لوازم میں سے بھی ہے، بلکہ آپ ؐ نے ایک عام شخص کے جھوٹ کے مقابل میں ایک صاحب اقتدار اور ایک بادشاہ کے جھوٹ کو، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، کہیں زیادہ سنگین قرار دیا ہے۔ آپ ؐ کی پوری سیاسی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اس سیاسی زندگی میں وہ تمام مراحل آپ ؐ کو پیش آئے جن کے پیش آنے کی ایک سیاسی زندگی میں توقع کی جا سکتی ہے۔

آپ ﷺ نے ایک طویل عرصہ نہایت مظلومیت کی حالت میں گزارا، اور کم و بیش اتنا ہی عرصہ آپ ؐ نے اقتدار اور سلطنت کا گزارا۔ اس دوران میں آپ ؐ کو حریفوں اور حلیفوں، دونوں سے مختلف قسم کے سیاسی اور تجارتی معاہدے کرنے پڑے، دشمنوں سے متعدد جنگیں کرنی پڑیں۔ عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف جوابی اقدامات کرنے پڑے۔ قبائل کے وفود سے معاملے کرنے پڑے۔ آس پاس کی حکومتوں کے وفود سے سیاسی گفتگوئیں کرنی پڑیں، اور سیاسی گفتگوؤں کے لیے اپنے وفود ان کے پاس بھیجنے پڑے۔ بعض بیرونی طاقتوں کے خلاف فوجی اقدامات کرنے پڑے۔ یہ سارے کام آپ ؐ نے انجام دیے، لیکن دوست اور دشمن ہر شخص کو اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ ؐ نے کبھی کوئی جھوٹا وعدہ نہیں کیا۔ اپنی کسی بات کی غلط تاویل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ کوئی بات کہہ چکنے کے بعد اس سے انکار نہیں کیا۔ کسی معاہدہ کی کبھی خلاف ورزی نہیں کی۔ حلیفوں کا نازک سے نازک حالات میں بھی ساتھ دیا، اور دشمنوں کے ساتھ بدتر سے بدتر حالات میں بھی انصاف کیا۔ اگر آپ ؐ دنیا کے مدبرین اور اہل سیاست کو اس کسوٹی پر جانچیں تو میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کو بھی آپ اس کسوٹی پر کھرا نہ پائیں گے۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ سیاست میں عبادت کی سی دیانت اور سچائی قائم رکھنے کے باوجود حضور ﷺ کو اپنی سیاست میں کبھی کسی ناکامی کا تجربہ نہیں کرنا پڑا۔ اب آپ اس چیز کو چاہے تدبر سے تعبیر کیجیے یا حکمت نبوت۔

خوں ریزی سے پاک انقلاب

حضور ﷺ کی سیاست اور حضور ﷺ کے تدبر کا یہ بھی اعجاز ہے کہ آپ ؐ نے عرب جیسے ملک کے ایک ایک گوشہ میں امن و عدل کی حکومت قائم کر دی۔ کفار و مشرکین کا زور آپ ؐ نے اس طرح توڑ دیا کہ فتح مکہ کے موقع پر فی الواقع انھوں نے گھٹنے ٹیک دیے۔ یہود کی سیاسی سازشوں کا بھی آپ ؐ نے خاتمہ کر دیا۔ رومیوں کی سرکوبی کے لیے بھی آپ ؐ نے انتظامات فرمائے۔ یہ سارے کام آپ ؐ نے کر ڈالے، لیکن اس سارے جہاد کے اندر انسانی خون بہت کم بہا۔

نبی کریم ﷺ سے پہلے کی تاریخ بھی شہادت دیتی ہے اور آج کے واقعات بھی شہادت دے رہے ہیں کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے انقلابات میں بھی ہزاروں لاکھوں جانیں ختم ہو جاتی ہیں اور مال و اسباب کی بربادی کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا، لیکن نبی ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے جو انقلاب برپا ہوا، اس کی عظمت اور وسعت کے باوجود شاید ان نفوس کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں ہو گی جو اس ساری جدوجہد کے دوران میں حضور ﷺ کے ساتھیوں میں سے شہید ہوئے یا مخالف گروہ کے آدمیوں میں سے قتل ہوئے۔

پھر یہ بات بھی غایت درجہ اہمیت رکھتی ہے کہ دنیا کے معمولی معمولی انقلابات میں بھی ہزاروں لاکھوں آبروئیں فاتح فوجوں کی ہوس کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس صورت حال پر ارباب سیاست شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرنے کے بجائے اس کو ہر انقلاب کا ایک ناگزیر نتیجہ قرار دیتے ہیں، لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں دنیا میں جو انقلاب رونما ہوا، اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ کوئی ایک واقعہ بھی ہم کو ایسا نہیں ملتا کہ کسی کے ناموس پر دست درازی ہوئی ہو۔

دنیوی کروفر کے بجائے فقر و درویشی

اہل سیاست کے لیے طمطراق بھی سیاست کے

لوازم میں سے سمجھا جاتا ہے۔ جو لوگ عوام کو ایک نظام میں پرونے اور ایک نظم قاہر کے تحت منظم کرنے کے لیے اٹھتے ہیں، وہ بہت سی باتیں اپنوں اور بیگانوں پر اپنی سطوت جمانے اور اپنی ہیبت قائم کرنے کے لیے اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ساری باتیں ان کی سیاسی زندگی کے لازمی تقاضوں میں سے ہیں۔ اگر وہ یہ باتیں نہ اختیار کریں گے تو سیاست کے جو تقاضے ہیں، وہ ان کے پورے کرنے سے قاصر رہ جائیں گے۔ اسی طرح کے مقاصد کے پیش نظر جب وہ نکلتے ہیں تو بہت سے لوگ ان کے جلو میں چلتے ہیں۔ جہاں وہ ظاہر ہوتے ہیں، ان کے نعرے بلند کرائے جاتے ہیں۔ جہاں وہ اترتے ہیں، ان کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ جلسوں میں ان کے حضور میں ایڈریس پیش کیے جاتے ہیں اور ان کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔ جب وہ مزید ترقی کر جاتے ہیں تو ان کے لیے قصر وایوان آراستہ کیے جاتے ہیں، ان کو سلامیاں دی جاتی ہیں، ان کے لیے برّی و بحری اور ہوائی خاص سواریوں کے انتظامات کیے جاتے ہیں۔ جب کبھی وہ سڑک پر نکلنے والے ہوتے ہیں تو وہ سڑک دوسروں کے لیے بند کر دی جاتی ہے۔

اس زمانے میں ان چیزوں کے بغیر کسی صاحب سیاست کا تصور نہ دوسرے لوگ ہی کرتے ہیں اور نہ کوئی صاحب سیاست ان لوازم سے الگ خود اپنا کوئی تصور کرتا ہے، لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ اس اعتبار سے بھی دنیا کے تمام اہل سیاست سے الگ رہے۔ جب آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں چلتے تو کوشش فرماتے کہ سب کے پیچھے چلیں۔ مجلس میں تشریف رکھتے تو اس طرح گھل مل کر بیٹھتے کہ یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کون ہیں؟ کھانا کھانے کے لیے بیٹھتے تو دوزانو ہو کر بیٹھتے اور فرماتے کہ میں اپنے رب کا غلام ہوں اور جس طرح ایک غلام کھانا کھاتا ہے، اسی طرح میں بھی کھانا کھاتا ہوں۔ ایک مرتبہ ایک بدو اپنے اس تصور کی بنا پر جو حضور ﷺ کے بارے میں اس کے ذہن میں رہا ہوگا، سامنے آیا تو حضور ﷺ کو دیکھ کر کانپ گیا۔ آپؐ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ڈرو نہیں میری ماں بھی سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی، یعنی جس طرح تم نے اپنی ماں کو بدویانہ زندگی میں سوکھا گوشت کھاتے دیکھا ہوگا، اسی طرح کا سوکھا گوشت کھانے والی ایک ماں کا بیٹا میں بھی ہوں۔ نہ آپؐ کے لیے کوئی خاص سواری تھی، نہ کوئی خاص قصر وایوان تھا، نہ کوئی خاص باڈی گارڈ تھا۔ آپؐ جو لباس دن میں پہنتے، اسی میں شب میں استراحت فرماتے اور تمام اہم سیاسی امور کے فیصلے فرماتے۔

یہ خیال نہ فرمائیے کہ اس زمانہ کی بدویانہ زندگی میں سیاست اس طمطراق اور اس ٹھاٹ باٹ سے آشنا نہیں ہوئی تھی، جس طمطراق اور جس ٹھاٹ باٹ کی وہ اب عادی ہوگئی ہے۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں، ان کا خیال بالکل غلط ہے۔ سیاست اور اہل سیاست کی تو آشاہی ہمیشہ سے یہی رہی ہے۔ فرق اگر ہوا ہے تو محض بعض ظاہری باتوں میں ہوا ہے۔ البتہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ایک نئے طرز کی سیاسی زندگی کا نمونہ دنیا کے سامنے رکھا جس میں دنیوی کرّ وفر کے بجائے خلافت الٰہی کا جلال اور ظاہری ٹھاٹ باٹ کی جگہ خدمت اور محبت کا جمال تھا۔ لیکن اس سادگی اور فقر و درویشی کے باوجود اس کے دبدبے اور اس کے شکوہ کا یہ عالم تھا کہ روم و شام کے بادشاہوں پر اس کے تصور سے لرزہ طاری ہوتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی سیاست اور آپؐ کے تدبر کا ایک اور پہلو بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپؐ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت بھی تربیت کر کے تیار کر دی جو آپؐ کے پیدا کردہ انقلاب کو اس کے اصلی مزاج کے مطابق آگے بڑھانے، اس کو مستحکم کرنے اور اجتماعی و سیاسی زندگی میں اس کے تمام مقتضیات کو بروئے کار لانے کے لیے پوری طرح اہل تھے۔ چنانچہ اس تاریخی حقیقت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اس انقلاب نے عرب سے نکل کر آس پاس کے دوسرے ممالک میں قدم رکھ دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کرۂ ارض کے تین براعظموں میں اس نے اپنی جڑیں جما لیں۔ اور اس کی اس وسعت کے باوجود اس کی قیادت کے لیے موزوں اشخاص و رجال کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ میں نے جن تین براعظموں کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کے متعلق یہ حقیقت بھی ہر شخص جانتا ہے کہ ان کے اندر وحشی قبائل آباد نہیں تھے، بلکہ وقت کی نہایت ترقی یافتہ جبار و قہار شاہنشاہتیں تھیں۔ لیکن اسلامی انقلاب کی موجوں نے جزیرۂ عرب سے اٹھ کر ان کو ان کی جڑوں سے اس طرح اکھاڑ کر پھینکا، گویا زمین میں ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں تھی۔ اور ان کے ظلم و جور کی جگہ ہر گوشے میں اسلامی تہذیب و تمدن کی برکتیں پھیلا دیں جن سے دنیا صدیوں تک متمتع ہوتی رہی۔

دنیا کے تمام مدبرین اور اہل سیاست کی پوری فہرست پر نگاہ ڈال کر غور کیجیے کہ ان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نظر آتا ہے جس نے اپنے دو چار ساتھی بھی ایسے بنانے میں کامیابی حاصل کی ہو، جو اس کے فکر و فلسفہ اور اس کی سیاست کے ان معنوں میں عالم اور عامل رہے ہوں، جن معنوں میں رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے عالم و عامل ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔

آخر میں ایک بات بطور تنبیہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی ﷺ کا اصل مرتبہ اور مقام یہ ہے کہ آپؐ نبی خاتم اور پیغمبر عالم ﷺ ہیں۔ سیاست اور تدبر اس مرتبۂ بلند کا ایک ادنیٰ شعبہ ہے۔ جس طرح ایک حکمران کی زندگی پر ایک تحصیل دار کی زندگی کے زاویہ سے غور کرنا ایک بالکل ناموزوں بات ہے، اس سے زیادہ ناموزوں بات شاید یہ ہے کہ ہم سید کونین ﷺ کی زندگی پر ایک ماہر سیاست یا ایک مدبر کی زندگی کی حیثیت سے غور کریں۔ نبوت اور رسالت ایک عظیم عطیۂ الٰہی ہے۔ جب یہ عطیہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو بخشتا ہے تو وہ سب کچھ اس کو بخش دیتا ہے، جو اس دنیا میں بخشا جا سکتا ہے۔ پھر حضور ﷺ تو صرف نبی ہی نہیں تھے، بلکہ خاتم الانبیاء تھے، صرف رسول ہی نہیں تھے، بلکہ سید الرسل تھے۔ صرف اہل عرب ہی کے لیے نہیں، بلکہ تمام عالم کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور آپؐ کی تعلیم و ہدایت صرف کسی خاص مدت تک ہی کے لیے نہیں تھی، بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والی تھی اور یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ حضور ﷺ کسی دین رہبانیت کے داعی بن کر نہیں آئے تھے، بلکہ ایک ایسے دین کے داعی تھے جو روح اور جسم، دونوں پر حاوی اور دنیا و آخرت، دونوں کی حسنات کا ضامن تھا۔ جس میں عبادت کے ساتھ سیاست اور درویشی کے ساتھ حکمرانی کا جوڑ محض اتفاق سے نہیں پیدا ہو گیا تھا، بلکہ یہ عین اس کی فطرت کا تقاضا تھا۔ جب صورت حال یہ ہے تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے بڑا سیاست دان اور مدبر کون ہو سکتا ہے، لیکن یہ چیز آپؐ کا اصلی کمال نہیں بلکہ، جیسا کہ میں نے عرض کیا، آپ ﷺ کے فضائل و کمالات کا محض ایک شعبہ ہے۔

☆☆☆

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کا دورۂ حلقہ سکھر

امیر محترم 14 اکتوبر 2017ء کو لاہور سے سکھر کے لیے روانہ ہوئے۔ رات کو صادق آباد میں قیام کیا۔ 15 اکتوبر بروز اتوار صبح دس بجے حلقہ کے مرکز سکھر میں تشریف لائے۔ نائب ناظم اعلیٰ سید اظہر ریاض اور امیر حلقہ احمد صادق سومرو نے امیر محترم کو خوش آمدید کہا۔ گیارہ بجے حلقہ کے رفقاء سے اجتماعی ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ رفقاء رحیم یار خان، صادق آباد، شاہ ہنجو (دادو)، لاڑکانہ، سکھر، پنو عاقل اور ڈھرکی سے تشریف لائے۔ نائب ناظم اعلیٰ نے افتتاحی کلمات اور گفتگو فرمائی۔

امیر حلقہ نے اپنا اور اپنے معاونین کا تعارف کروایا اور حلقہ کے حدود اربعہ کے بارے میں بتایا۔ مقامی امراء نے اپنا، اپنے معاونین، مقامی تناظیم کا تعارف کروایا اور ہونے والی سرگرمیوں کے احوال امیر محترم کے سامنے پیش کیے۔ منفرد اُسرہ جات کے نقباء نے اپنا تعارف اور اُسرے کی تفاصیل امیر محترم اور شرکاء کے سامنے رکھیں۔ امیر محترم سے شرکاء کی سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ اس کے بعد نئے رفقاء نے امیر محترم سے شخصی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ نماز ظہر امیر محترم کی امامت میں ادا کی گئی۔

3 بجے امیر محترم کی حلقہ کی شوریٰ کے ساتھ تفصیلی نشست ہوئی۔ تمام شرکاء نے اپنا تعارف کروایا اور امیر محترم، نائب ناظم اعلیٰ کے سامنے اپنی سرگرمیوں کی تفاصیل پیش کیں۔ چار بجے آرام کا وقفہ ہوا۔

نمازِ عصر امیر محترم کی امامت میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد امیر محترم کی سکھر کے کچھ احباب کے ساتھ مقامی امیر سکھر محترم عرفان طارق ہاشمی کے گھر پر ملاقات ہوئی۔ نمازِ مغرب کے بعد امیر محترم نے ''راہ نجات سورۃ العصر کی روشنی'' کے موضوع پر درس دیا۔ نمازِ عشاء کے بعد امیر محترم کو لاہور کے سفر کے لیے الوداع کہا گیا۔

(مرتب: نصر اللہ انصاری)

حلقہ کراچی جنوبی وشمالی کے زیر اہتمام امریکی سفارتخانہ بیت المقدس منتقل کرنے کے فیصلے کے خلاف مظاہرہ

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے امریکی سفارت خانے کو تل ابیب سے بیت المقدس منتقل کرنے کے فیصلے کے خلاف 9 دسمبر 2017ء کو سہ پہر 3 بجے کراچی پریس کلب کے باہر مظاہرہ کیا گیا۔ جس میں بڑی تعداد میں رفقاء واحباب نے شرکت فرمائی۔ مظاہرے کا آغاز جناب حافظ اسامہ علی نے تلاوت وترجمہ قرآن پاک سے کیا۔

شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے جناب عامر خان نے سورۃ صف کی آیت 'یریدون لیطفئو نور اللہ بافواھھم' پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ یہ کفار دین اسلام کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے امریکی صدر کے اس فیصلے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ فیصلہ سراسر غیر منصفانہ اور بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ یہ فیصلہ دراصل اسلام دشمنی پر مبنی ہے اور ہمارے قبلہ اول مسجد اقصیٰ کو گرا کر گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے راستہ ہموار کرنے کی ایک شرمناک سازش ہے۔ انہوں نے احادیث مبارکہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے دنیا بھر سے یہود کو اسرائیل میں جمع اور آباد کیا جا رہا ہے امام مہدی اور حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے بعد وہی گریٹر اسرائیل اِن کا 'گریٹر گریو یارڈ' بنا دیا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ شریعت اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اس فیصلے کے خلاف ہر سطح پر آواز بلند کریں۔

جناب عامر خان کے بعد جناب شجاع الدین شیخ نے مظاہرین سے خطاب کا آغاز آیت مبارکہ 'لن ترضی عنك الیهود و النصاری حتی تتبع ملتهم' سے کیا۔ انہوں نے شرکاء کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا کہ اسی فریضے کی ادائیگی کے لیے تنظیم اسلامی کے رفقاء امت مسلمہ اور ملکی حالات کے تناظر میں گاہے بگاہے یہاں اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے آتے ہیں۔ انہوں نے ٹرمپ کے فیصلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ بظاہر یہ امریکہ کا فیصلہ ہے لیکن اس فیصلہ کے پیچھے یہود کی سازشوں کا عمل دخل ہے۔ انہوں نے تفصیلات بتاتے ہوئے فرمایا کہ دنیا بھر سے یہود کو اسرائیل میں جمع کرنے کے لیے بڑے خطے کی ضرورت ہے جو کہ دراصل گریٹر اسرائیل کا منصوبہ ہے اسی لیے انہوں نے ماضی میں عرب علاقوں پر اور کچھ پہاڑیوں پر قبضے بھی کیے اور اب اتنی جرأت کا مظاہرہ کر رہے ہیں کہ فلسطین میں امریکی سفارت خانہ منتقل کر کے تل ابیب سے دار الخلافہ بیت المقدس منتقل کرنے کی بات چل رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اسرائیل امت مسلمہ کی پیٹھ میں خنجر کی مانند ہے۔ اس وقت کفار امت مسلمہ کے خلاف متحد ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مسلمان بھی متحد ہو جائیں۔ انہوں نے حدیث مبارکہ کی روشنی میں فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، چاہے وہ دنیا کے کسی خطے میں ہو، اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے، ہمیں اس درد کو اپنا درد سمجھنا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وقت کرنے کا کام یہ ہے کہ 57 مسلم ممالک اور ان کی افواج متحد ہو جائیں اور اپنے سفارتی تعلقات کو بھی بروئے کار لائیں۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ آخر پاکستان کی افواج اور یہ ایٹمی طاقت کس مرض کی دوا ہیں۔ انہوں نے ترکی کے صدر رجب طیب اردگان کے OIC اجلاس بلانے کے فیصلے کا خیر مقدم کیا۔ انہوں نے کہا مسلمانوں کو امریکہ اور اسرائیل کا معاشی مقاطعہ کرنے کے ساتھ ساتھ مسلم یونائیٹڈ نیشن بنانی چاہیے۔ انہوں نے مسلمانان پاکستان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں چاہیے کہ پاکستان میں دین اسلام کے نفاذ کے لیے عملی جدوجہد کریں ہم نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کا پاس نہیں کیا اور پاکستان میں قائداعظم کے وژن کے مطابق اسلام کو نافذ نہیں کیا، انہوں نے فرمایا کہ قائداعظم نے اسرائیل کو مغرب کا ناجائز بچہ قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ اسرائیل کے مسلمانوں کے خلاف اقدامات کا جواب ہم پاکستان سے دیں گے۔ آخر میں انہوں نے فرمایا کہ تنظیم اسلامی کا پیغام نظام خلافت کا قیام ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی اللہ کے بندے بنیں، اللہ کی بندگی کی دوسروں کو دعوت دیں اور اللہ کی بندگی والا نظام قائم کرنے کی کوشش کریں۔ آخر میں دعا پر مظاہرے کا اختتام کیا گیا۔

☆☆☆☆

The most awaited days...

(Annual Moot of Tanzeem e Islami 2017)

The most awaited moments in my life have mostly been the days of Annual Congregation of Tanzeem e Islami. The time when we get a chance to meet our front line leaders and rufaqa at the place, a permanent venue for its commencement at the bank of River Satluj in Bahawalpur.

This year I was more eager and enthusiastic than ever before as I could not get a chance to attend the previous congregation due to an emergency at home. The journey started under the leadership of Ali Junaid Mir, a constant motivation and inspiration for us. We proceeded towards our cherished destination with the hope to rejuvenate our spirits and to be more courageous and determined to face the challenges that would present themselves during the moot and on return.

We reached our terminus before time and received an honorable entry in the the venue. The day started with the opening speech of Ameer e Muhtaram followed by a series of speeches by our senior rufaqa. The walls of main canopy were displaying the verses from the Holy Quran, Ahadith and the poetic verses of Iqbal enhancing the main objective of the entire gathering. The back wall of the main stage was displaying this Ayah of Surah Albaqara "O you who believe! Enter into Islam completely" *(translation).*

The 3 days event was brilliantly scheduled, keeping in mind the requisites and requirements of those attending. The speeches were awesome in their content and style guiding and inspiring the audience and giving them a broader and authentic vision of Islam. Our respectable seniors Janab Rehmatullah Butter, Dr. Abdussami, Janab Mukhtar Hussain Farooqi and Janab Shuja ud din Sheikh really stimulated us by inspiring us to lead our life according to Quran and Sunnah. Respectable Mirza Ayub Baig briefed us on the recent International political scenario and guided us to play our role as vicegerents of Allah *(SWT).*

Our scholar Janab Rasheed Arshad talked about the crucial effects of western civilization. He explained his view point by talking about liberalism as the fundamental principle of western civilization that had been internalized by even the religious authorities by cutting the chain of tradition in Islam, Iman and Ihsan making fiqh, Ilm e Kalam and Tasawwuff alien to Islamic practices and resulting in Zahiriyyat, Kharjiyyat and Jadeediyyat. He emphasized the love for the Holy Prophet not only in following his commandments but in his person too.

The speech of Ameer e Muhtram at the end of the blessed gathering has always been of great significance leading our thought and action towards genuine Islamic practices. He emphasized the importance of Dawat and Tableegh. This year again he read a message from our spiritual mother who always prays for the furtherance in Iman and action. She guided us to be more affectionate, cooperative and careful towards our families as we are accountable to Allah *(SWT)* for our actions. The day ended with Dua by Ameeer e Muhtram.

At the end of the program I felt myself geared up to face the coming challenges. Here I would like to congratulate Mirza Qamar Raees Nazim e Ijtima and his team for the wonderful arrangements. Their untiring efforts will be awarded with lofty prizes in Hereafter, InshaAllah. May Allah guide us to do efforts to gratify the Almighty *(SWT)* and may Allah *(SWT)* shower His *(SWT)* uncountable blessings on the founder of Tanzeem-e-Islami, late Dr. Israr Ahmed *(R.A.A). Ameen!*

Reported by: Nadir Aziz (Rafiq of Tanzeem e Islami from Gujranwala)

VOL : 26 | Regd. C.P.L NO. 114 | No.48

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore